مشمولات

پیغام

امام احمد رضا کی حیات کا ایک اہم گوشہ اہتمام نماز

عرس رضوی کے موقع پر امیر سنی دعوت اسلامی کا پیغام عوام اہل سنت کے نام

از: امیر سنی دعوت اسلامی مولانا محمد شاکر نوری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے احوال وافکار پر علما، محققین اور دانشوران اسلام نے بہت کچھ لکھا ہے اور رہتی دنیا تک ان کے کارناموں اور کمالات پر تحقیق و تدقیق کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان کی زندگی کا ایک عظیم گوشہ محافظتِ نماز بھی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے جملہ افکار و اعمال کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی کا پابند بنا دیا تھا۔ وہ جو کچھ سوچتے تھے رضائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دائرے میں ہی سوچا کرتے تھے۔ کسی قول یا فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناراضی کا پہلو نکلتا ہو تو امام احمد رضا کسی طرح اسے گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ نبیِ پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نماز کی محافظت و پابندی کا حکم دیا اور خود اس پر عمل کر کے دنیا کو دکھا دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر نماز صحابۂ کرام کے ساتھ اس کے وقت ہی میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ قدم قدم پر رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان و سنت کی پیروی کرتے نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کبھی بھی اور کسی بھی حالت میں نماز کو وقت سے موخر نہیں فرماتے۔ جس پر درجنوں واقعات اور آپ کے فتاوے شاہد ہیں۔ امام احمد رضا نے جماعت کی پابندی اور مسجد کی حاضری کی صرف زبانی اور تحریری تاکید نہیں فرمائی بلکہ خود بھی اس پر سختی کے ساتھ عمل پیرا تھے۔ اگر آپ کی زندگی پاک کا جائزہ لیا جائے تو اس میں نمایاں طور پر صحابۂ کرام کی حیات طیبہ کا عکس جمیل جھلکتا ہوا نظر آئے گا اور آپ محسوس کریں گے کہ اعلیٰ حضرت نے زندگی بھر ماہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے نجوم ہدایت سے جو کسب نور کیا تھا وہ نور خود ان کی ذات انور میں جگمگا رہا ہے۔ بڑھاپے کا زمانہ ہے، کثرت کار، ہجوم افکار وشدت امراض کے باعث آپ کے قویٰ ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں، نقاہت و کمزوری حد درجہ پہنچ چکی ہے اور چند قدم چلنے کی بھی بدن میں طاقت نہیں رہ گئی مگر اس کے باوجود اس مرد باخدا کے عزم و حوصلے کی بلندی کا عجب حال ہے کہ تمام دشواریوں، مجبوریوں اور معذوریوں کے باوجود قرب مولیٰ کے شوق میں جانب منزل رواں دواں نظر آتے۔

آپ کے خطوط کے مطالعے سے عیاں ہوتا ہے کہ آپ کو اتباع سنت کا کس قدر شوق تھا۔ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک ایک قول و فعل پر عمل کے لیے دیوانہ وار مچلتے۔ بدن میں طاقت نہیں لیکن جماعت میں شرکت کے لیے بے چین نظر آتے کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی بھی حال میں وسعت کے باوجود جماعت سے غیر حاضری گوارا نہ تھی لہٰذا لوگوں کے سہارے کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں حاضر ہو رہے ہیں اور حالت یہ ہے کہ آمد و رفت بھی آپ کے لیے سخت کلفت و مشقت کی باعث ہے۔ یہ سب اس جذبۂ شوق میں تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ بھی بیماری و ناتوانی کی حالت میں دو آدمیوں کے بیچ میں چل کر جماعت میں شریک ہوا کرتے تھے اور ایک دفعہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اسی انداز سے مسجد میں تشریف لائے تھے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ جماعت کا وقت ہو گیا۔ طبیعت پریشان ناچار خود ہی کسی طرح گھسٹتے ہوئے حاضر مسجد ہوئے اور باجماعت نماز ادا کی۔ آج صحت و طاقت اور تمام تر سہولت کے باوجود ترک نماز اور ترک جماعت کے ماحول میں یہ واقعہ ایک عظیم درس عبرت ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ جیسا نماز سے محبت اور اہتمامِ نماز کرنے والا ماضی قریب میں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ سچ ہے محبت سچی ہو تو آدمی اپنی تکلیف کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے محبوب کی خوشی کو دیکھتا ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ اس لیے وہ جانتے تھے کہ نماز سے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے لہٰذا وہ ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے نماز کی پابندی کرتے تھے۔ اللہ عزوجل ہم کو بھی امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آج ہم امام احمد رضا سے اپنی محبت اور عقیدت کا دعوی تو خوب کرتے ہیں اور ان کی یاد میں جلسے جلوس منعقد کرتے ہیں مگر افسوس ان کی حیات طیبہ کے ایک گوشے کو عملاً فراموش کیے بیٹھے ہیں۔ یاد رکھیے امام احمد رضا سے ہماری عقیدتوں اور محبتوں کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی سیرت و کردار پر لازمی طور پر عمل کیا جائے اور باجماعت نماز کا اہتمام کیا جائے۔

﴿......﴾

اداریہ

پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ

توفیق احسنؔ برکاتی کے قلم سے

سائنس اور ٹیکنالوجی کی نت نئی ترقیات اور شعبۂ ابلاغیات کے حیرت انگیز کارناموں نے انسانی ذہن میں ایک ایسا الجھاؤ پیدا کر دیا ہے کہ اب وہ اپنے مستقبل کے تئیں حد درجہ فکر مند ہو گیا ہے، اسے اپنی موجودہ حالت پر بالکل بھروسہ نہیں ہے، اس ذہنی وفکری انتشار اور گومگو کیفیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ماضی سے بالکل کٹ کر رہ گیا ہے بلکہ گزشتہ ادوار میں اپنا دینی و مذہبی، تہذیبی وتمدنی، علمی واصلاحی رشتہ تلاش کرنے کی فرصت اس کے لیے عنقا ہو گئی ہے۔ صرف اپنے مستقبل کے لیے متفکر ہے اور ماضی کا اسے کچھ بھی خیال نہیں حالاں کہ ہر طرح کی ترقیوں کا یہ مسلم اصول ہے کہ ماضی کے جھرونکوں میں جھانک کر دینی وعلمی وثقافتی عروج وارتقا کا راز ڈھونڈا جائے اور مستقبل کے لیے کوئی منصوبہ سازی کی جائے، قرآن واحادیث کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر قصص وامثال اور نظائر کی روشنی میں ذہنوں کے اندر یہ سبق ازبر کرایا ہے اور پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجلس صحابہ میں دوران وعظ وارشاد ایسی ایسی نایاب مثالوں اور سبق آموز واقعات کی وضاحت فرمائی کہ سننے والا عش عش کر اٹھتا ہے، اسی سے تاریخ وتذکرہ کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اولیائے ذوی الاحترام اور رجال الغیب کے حالات وواقعات جو درجہ استناد کو پہنچے ہوئے ہوں اور باوثوق تاریخ میں محفوظ ہوں ان کی بازیافت اور سنجیدہ مطالعہ یقیناً آج بھی علمی وفکری عروج کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے کیوں کہ ان کا تعلق ان روشن زمانوں سے ہے جو انسانیت کی معراج کے زمانے کہے جاتے ہیں اور انسانی تاریخ میں سنہری حروف میں موجود ومحفوظ ہیں۔

ہند کی سرزمین جب اسلام کی کرنوں اور اس کے تقدس مآب علم برداروں کے قدوم میمنت سے فیض یاب ہوئی اور ان فیض بخش افراد نے اسے علم وفن کے جواہر سے مالا مال کیا تو سمرقند وبخارا، بغداد واصفہان وغیرہا سے اہل علم واہل مشاہدہ کا ورود مسعود بھی یہاں ہوا اور ہندوستان شہرت کی بلندیوں پر جا پہنچا ایسے ہی ایک خاندان تقریباً ۲۵۲ھ مطابق ۸۶۰ء میں مہائم میں وارد ہوا، مہائم میں جسے قدیم گجرات اور موجودہ مہاراشٹر کا کوکنی علاقہ مانا جاتا ہے سلطان فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت میں دسویں محرم الحرام ۷۷۶ھ مطابق ۱۳۷۲ء کو ایک بچہ پیدا ہوا جس نے بعد میں اپنے علم وفن، تقویٰ وپرہیز گاری، تفقہ ونکتہ آفرینی، تصوف وطریقت، تفسیر وعربی ادب میں مہارت کی بنیاد پر ”فقیہ مخدوم علی مہائمی“ کے مبارک نام سے عالم گیر شہرت وعزت حاصل کی جس کی علمی ودینی، تدریسی وتصنیفی، اصلاحی وتبلیغی خدمات جلیلہ نے تاریخ نگاروں اور وقائع نگاروں کو بے پناہ متاثر کیا۔ احقاق حق اور ابطال باطل جس کا وطیرہ تھا۔ جس نے مختلف موضوعات پر بیس سے زائد کتابیں تصنیف کیں، مدرسے میں درس دیا، عہدۂ قضا سنبھالا اور ہندوستان میں اولین مفسر قرآن ہونے کا شرف حاصل کیا، آٹھویں صدی ہجری کے اس عظیم المرتبت داعی اسلام کی دعوتی وتبلیغی، تعلیمی وتصنیفی فتوحات نے لاکھوں دلوں کو مسخر کیا۔

۸، جمادی الاٰخرہ ۸۳۵ ہجری شب جمعہ آپ نے وصال فرمایا، آپ کا مزار پاک آج بھی سرزمین ممبئی کے ماہم علاقے میں مرجع خاص وعام ہے۔ بلند پایہ عالم، صوفی، محقق، مفسر اور ولی کامل کا جامع تعارف اہل ممبئی پر قرض تھا۔ اس لیے ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی کے ارباب حل وعقد نے ۲۰۱۲ء میں فقیہ مخدوم علی مہائمی کی حیات، آثار وافکار پر خصوصی دستاویزی شمارہ نکالنے کا ارادہ کیا ہے اور بہت جلد اس منصوبہ کو زمین پر اتارنے کی کوشش کریں گے اس سلسلے میں ارباب قلم اور علما ومشائخ ہمارا قلمی وعلمی تعاون فرمائیں اور مفید مشوروں سے نوازیں، ہم بہت جلد اس کا اجمالی خاکہ قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے، یہ اقدام ہمیں اپنے ماضی میں لے جائے گا اور بہت ساری کامیابیوں کی ضمانت بن کر ابھرے گا۔ (ان شاء اللہ عزوجل) گزشتہ شمارے میں ہم نے قارئین سے وعدہ کیا تھا کہ تحریک سنی دعوت اسلامی کے عالمی سالانہ سنی اجتماع پر ایک خصوصی شمارہ شائع ہوگا اس لیے جنوری ۲۰۱۲ء کا یہ شمارہ اس اجتماع کی مکمل روداد، اہم اہم تقاریر اور دیگر اہم لوازمے پر مشتمل پیش کیا جا رہا ہے، تنگی صفحات اور قلت اوقات کی وجہ سے کچھ خطابات رہ گئے ہیں جس کے لیے ادارہ ان حضرات سے معذرت خواہ ہے، کسی تقریر کو تحریری شکل میں اتارنا کتنا مشکل کام ہے یہ وہی جانتا ہے جسے اس میدان کا تجربہ ہوگا، مولانا صادق رضا مصباحی، مولانا مظہر حسین علیمی، مولانا عبداللہ اعظمی نجمی، مولانا ارشاد نجمی صاحبان نے شب وروز کی محنت شاقہ کے بعد یہ اہم کام انجام دیا ہے اور ان کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ اللہ عزوجل ان رفقائے کار کی محنتوں اور اخلاص کو قبول فرمائے آمین۔

درس بخاری

وادی نور ممبئی میں بخاری شریف کی آخری حدیث کے درس کے دوران کی گئی تقریر کا خلاصہ

از: علامہ محمد احمد مصباحی

آپ کو معلوم ہے کہ دین اسلام کا سرچشمہ قرآن اور حدیث ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا کلام بندوں تک اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے پہنچایا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ذمے داری دی کہ وہ اس کی تفصیل اور تشریح بندوں کے سامنے کر دیں جیسا کہ ارشاد ہے: وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ (سورہ نحل آیت ۴۴) ہم نے ذکر کو لوگوں کے لیے اتارا تا کہ تم لوگوں کے سامنے اس کو بیان کر سکو اور تا کہ وہ اس پر غور کریں اور سمجھیں۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کو بندوں تک پہنچایا اور اس کی تفصیل اور اس کی تعلیم بھی لوگوں کو دی۔ جہاں جہاں صحابۂ کرام کو ضرورت تھی وہاں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی تشریح بھی فرمائی۔ جس طرح قرآن سے ہمیشہ اہل اسلام کا اعتنا رہا اور قرآن کی حفاظت کی ہر دور میں کوشش ہوتی رہی ویسے ہی احادیث نبویہ کی بھی تدوین، اس کی حفاظت اور اس کی تطبیق کی کوشش صحابۂ کرام کے دور میں، تابعین کے دور اور بعد کے ادوار میں ہوتی رہی۔ جہاں لوگ احادیث کریمہ سینوں میں محفوظ کرتے تھے یاد رکھنے اور بیان کرنے کی کوشش کرتے تھے وہیں لکھنے کا بھی سلسلہ دور رسالت ہی سے تھا اور احادیث لکھی بھی جاتی رہیں۔ یہ سلسلہ جب دوسری صدی ہجری اور اس کے بعد تک پہنچا تو احادیث باضابطہ ترتیب کے ساتھ اور ابواب مقرر کر کے لکھی گئیں۔ انہیں کتابوں میں سے یہ کتاب صحیح البخاری بھی ہے جس میں ابواب پر تقسیم کر کے احادیث کو جمع کیا گیا ہے اور عقائد کا باب پھر احکام کا باب۔ احکام میں نماز روزہ حج زکوٰۃ اور پھر اور ابواب جہاد وغیرہ۔ یہ سب ترتیب وار بیان کیے گئے ہیں۔

پہلے احادیث کی ترتیب کا طریقہ کچھ اور تھا۔ ایک شیخ سے جتنی حدیثیں سنی سب لکھ دی گئیں یا ایک صحابی سے جتنی حدیثیں مروی ہوئیں سب جمع کر دی گئیں۔ یہ بھی حدیثوں کے لکھنے کا طریقہ رہا اور بعد میں لوگوں کی ضرورت کے لحاظ سے کہ لوگ عقائد کے باب میں کیا عقیدہ رکھیں، احکام کے بارے میں کیا عمل کریں تو اس لحاظ سے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی موطا شریف لکھی اور اس کے بعد اور حضرات نے بھی کتابیں لکھیں۔ بعد میں امام بخاری پھر امام مسلم اور امام ترمذی، امام نسائی، امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

امام بخاری کو اس لحاظ سے سب پر اہمیت وفوقیت حاصل ہے کہ ان کی ذکر کردہ سندیں سب سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں یہ بات مسلم ہے کہ قرآن جو ہم تک پہنچا ہے وہ تواتر کے ساتھ پہنچا ہے اور قرآن کی ایک ایک آیت ایک ایک حرف اتنے حضرات سے مروی ہے کہ جس کے اوپر قطعی طور سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ یہ وہی ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا لیکن احادیث کا معاملہ یہ نہیں رہا بلکہ احادیث کے سلسلے میں یہ رخصت رہی کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے جو الفاظ ادا ہوئے وہ بعینہٖ بیان کیے جائیں یا اس کا معنی اس کا مفہوم بیان کیا جائے۔ اسی طریقے سے حدیث صرف وہی نہیں ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے بیان فرمائی بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی عمل کیا اور دیکھنے والوں نے دیکھا اور اپنے لفظوں میں اس کی تعبیر کی اس کو بیان کیا تو یہ بھی حدیث ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام ہوا اور اس کام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے برقرار رکھا اس پر انکار نہیں فرمایا تو گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی تقریر اور تائید ہوتی ہے یہ بھی حدیث ہے۔ اس وجہ سے احادیث کا معاملہ قرآن سے مختلف ہے۔

احادیث دور اول میں بہت ہی احتیاط کے ساتھ بیان ہوتی تھیں یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اکثر وبیشتر رہا کرتے تھے۔ سفر وحضر میں رہنے والے تھے حالات کو جاننے سمجھنے سیکھنے والے تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ بعد میں جب وہ کوئی حدیث بیان کیا کرتے تھے تو لرز جاتے تھے اور جلدی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے تھے اور جب یہ کہتے تھے تو کانپتے ہوئے یہ بھی کہتے تھے ھٰذا او کما قال

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تا کہ بیان کرنے میں کوئی لغزش نہ ہو اور کسی طرح کی خطا نہ ہو۔ یہ ان حضرات کی احتیاط تھی اور اسی احتیاط کے ساتھ وہ احادیث کی روایت کرتے تھے لیکن جیسے جیسے دور بڑھتا گیا اس احتیاط میں کمی آتی گئی۔ یہاں تک کہ جب فتنوں کا زمانہ آیا تو اسلام کی بیخ کنی کرنے والے ایسے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے قصداً حدیثیں گڑھیں اور گڑھ کر ان کو بیان کرنا شروع کیا لیکن ہر دور میں محدثین کرام کی ایک جماعت ایسی بھی رہی جو چھان پھٹک کر کے ایسی تمام موضوع حدیثوں کو الگ کرتی رہی اور لوگوں کو بتاتی رہی کہ یہ قولِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں ہے۔ وہ زمانہ بھی آیا جب باقاعدہ احادیث بیان کرنے والے راویوں کے حالات بھی دیکھے جاتے تھے اور پوری سند لی جاتی تھی۔

کسی قوم کے پاس اقوال نبی کا ایسا ذخیرہ موجود نہیں ہے جس کی سند آج سے لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بیان کی جاتی ہو۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے انہوں نے جہاں توریت کی تبلیغ کی وہیں خود اس کی تشریح بھی فرمائی اور بہت سے اقوال ان کے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے جہاں انہوں نے انجیل کی تبلیغ فرمائی وہاں خود ان کے بھی اقوال تھے اور وہ بھی لوگوں کی موعظت ونصیحت عبرت وہدایت کے لیے تھے لیکن جن قوموں نے توریت اور انجیل کو محفوظ نہیں رکھا وہ اپنے انبیا کے اقوال کو کہاں تک محفوظ رکھتے۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ سند متصل کے ساتھ کوئی بھی نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام پیش کرسکتا ہے نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام لیکن یہ اہل اسلام کی خصوصیت ہے کہ ان کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام سندِ متصل کے ساتھ موجود ہے اور راویوں کے نام بنام پوری روایت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پیش کی جاتی رہی۔ اس کے ساتھ ساتھ جو روایت کرنے والے حضرات ہیں ان کے حالات بھی جمع کر دیے گئے اور بیان کردیے گئے کہ راوی کی ولادت کب ہوئی، کہاں کہاں انہوں نے سکونت اختیار کی، کن شیوخ سے انہوں نے علم حاصل کیا، کہاں ان کا مدفن ہے اور کس زمانے میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کا ضبط و احتیاط، ان کا عمل، علم اور کردار کا حال بیان کیا گیا۔ حدیث میں اس کی بھی ضرورت پڑتی ہے کہ راوی کا حافظہ کیسا تھا اور اس کی دماغی قوت کیسی تھی۔ ایسا تو نہیں کہ اس سے کوئی خطا واقع ہوئی ہو یا یہ ہے کہ بڑھاپے کی عمر میں پہنچنے کے بعد پھر اس کا حافظہ کمزور ہوگیا ہو اور بڑھاپے کے زمانے میں جن لوگوں نے اس سے حدیث سنی ہو اس کے اندر کوئی خامی رہ گئی ہو۔ یہ پوری تفصیل تمام رواۃ کی کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔ دیگر قوموں کے پاس رواۃ ہی نہیں ہیں تو رواۃ کی تفصیلات کیا ہوں گی لیکن یہ اہل اسلام کی خصوصیت ہے کہ پوری تفصیل کے ساتھ احادیث بھی موجود ہیں اور رواۃ بھی موجود ہیں۔

امام بخاری کا نام محمد ابن اسماعیل ابن ابراہیم ابن مغیرہ ابن برگزبہ ہے۔ برگزبہ عجمی زبان فارسی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی کاشتکار ہے۔ ان کے صاحبزادے مغیرہ اسلام لائے۔ برگزبہ مجوسی تھے لیکن ان کے صاحبزادے مغیرہ اسلام لائے اور حضرت امام جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اسی وجہ سے حضرت امام بخاری کو بھی جعفی کہا جاتا ہے۔ یہ اس قبیلے سے نہیں تھے لیکن یہ بعض حضرات کا مذہب ہے کہ جو جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولا اس کو حاصل ہوگی اور وہ اس کا مولا قرار پائے گا۔ اس طریقے سے موالی کی نسبت ان کے آقاؤں کی طرف ہوتی تھی۔ اسلام لانے والوں کی نسبت بھی ان کی طرف ہوتی تھی جن کے ہاتھ پر وہ اسلام لائے۔ حضرت امام بخاری کے والد اسماعیل تھے یہ صاحب حدیث بھی تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مبارک، حضرت حماد ابن زید اور حضرت امام مالک ابن انس رضی اللہ عنہ سے سماعت وروایت حاصل تھی۔ ان سے اہل عراق نے روایت کی اور بہت سے حضرات ان سے فیضیاب ہوئے۔ ان کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ احمد ابن حفص جو امام بخاری کے والد ماجد سے حدیث اخذ کرنے والوں اور استفادہ کرنے والوں میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ جب وہ ان کے مرض وفات میں عیادت کے لیے پہنچے تو حضرت اسماعیل یعنی امام بخاری کے والد نے یہ فرمایا کہ میرے مال میں کوئی بھی حصہ ایک درہم بھی حرام تو حرام شبہے کا بھی نہیں ہے۔ احمد ابن حفص کہتے ہیں کہ یہ سننے کے بعد **تصاغرت الیّ نفسی** مجھ کو اپنی حیثیت بہت ہی حقیر نظر آنے لگی کہ مال میں ایک درہم بھی حرام تو حرام شبہے کا بھی نہیں ہے۔ یہ مال چھوڑ کر کے انہوں نے وفات پائی اور امام بخاری ان کے وارث ہوئے تو مال کثیر ان کے حصے میں آیا۔ ان کے ایک بڑے بھائی احمد ابن اسماعیل تھے اور ان کی والدہ ماجدہ تھیں۔ امام بخاری اپنا ابتدائی حال بیان کرتے ہیں کہ میں مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے جایا کرتا تھا اور وہیں میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ میں احادیث کی تحصیل کروں اور احادیث کی سماعت کروں۔ اس کے بعد میں مکتب سے نکل آیا اور محدثین کے یہاں جانے لگا۔ بخارا میں انہوں نے محمد ابن سلام بیکندی (بیکند بخارا کا ایک شہر ہے)، محمد ابن یوسف بیکندی اور عبد اللہ ابن محمد مسندی وغیرہم سے علم حدیث اخذ کیا۔

علم حدیث حاصل کرنے کا حال یہ تھا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ

محدث داخلی کے پاس میں حاضر تھا اور انہوں نے حدیث بیان کی حدثنا **سفیان عن ابی زبیر عن ابراھیم** تو میں نے کہا کہ ابوزبیر ابراہیم کے راوی نہیں ہیں۔ انہوں نے ڈانٹا اس لیے کہ جب وہ مکتب سے نکلے اور حدیث پڑھنی شروع کی تو ان کی عمر دس سال تھی یا اس سے بھی کم۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا: **ارجع الی الاصل ان کان عندک** کہ آپ اصل دیکھ لیجیے اگر آپ کے پاس ہو۔ ہوتا یہ تھا کہ ایک شیخ سے جب لوگ حدیث سنتے تھے تو سب حدیثیں لکھتے رہتے تھے۔ وہی اصل ہوتی تھی پھر بعد میں اس کی نقلیں ہوتی تھیں اور پھر اس کا بیان ہوتا تھا اس لیے فرمایا کہ اگر اصل آپ کے پاس ہو تو دیکھیے۔ وہ اندر گئے اور اندر سے دیکھ کر کے آئے تو ان کو سمجھ میں آیا کہ اس بچے نے جو کہا وہ صحیح ہے۔ نکلنے کے بعد خود ہی فرمایا کہ **کیف هو یا غلام** اے لڑکے وہ کیسا ہے کیا ہے تو حضرت امام بخاری نے کہا: **حدثنا سفیان عن الزبیر ابن عدی عن ابراهیم** ۔ یہ زبیر ابن عدی ہیں ابوالزبیر نہیں ہیں اور وہ ابراہیم کے راوی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم نے صحیح کہا اور اس کے مطابق اپنی جو نقل تھی اس میں اصلاح کی۔ پوچھا گیا کہ اس وقت آپ کی عمر کتنی رہی ہوگی تو انہوں نے فرمایا کہ اس وقت میری عمر گیارہ سال تھی۔

خود اس کے بعد بیان کرتے ہیں کہ سولہ سال کی عمر تک میں نے حضرت عبداللہ ابن مبارک اور حضرت ابن الجراح جو حضرت امام اعظم کے شاگرد بھی تھے فقیہ بھی تھے محدث بھی تھے ان کی کتابیں پڑھ لیں اور ان کے اقوال یاد کر لیے۔ اس کے بعد میں نے اپنی والدہ ماجدہ اور اپنے بھائی احمد کے ساتھ سفر حج کیا۔ سولہ سال کی عمر میں امام بخاری سفر حج کو نکلے اور اس سے پہلے پہلے ان محدثین سے استفادہ کر چکے تھے اور اس استفادہ کا حال یہ تھا کہ سلیم ابن مجاہد حضرت محمد ابن سلام بیکندی کے پاس پہنچے۔ وہاں امام بخاری درس حدیث لیا کرتے تھے۔ سلیم ابن مجاہد سے انہوں نے فرمایا کہ **لو جئت من قبل لرأیت صبیاً حفظ سبعین الف حدیث** ۔ اگر تھوڑا پہلے آتے تو ایک ایسے بچے کو دیکھتے جو ستر ہزار حدیثیں یاد رکھتا ہے۔ یہ امام بخاری کے سولہ سال کی عمر سے پہلے کا واقعہ ہے اس لیے کہ محمد ابن سلام بیکندی سے امام بخاری کی ملاقات سفر حج میں جانے کے بعد پھر کبھی نہیں ہوئی اس لیے سفر حج میں جانے اور خراسان سے نکلنے سے پہلے کی یہ بات ہے۔

سلیم ابن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد تلاش کی کہ وہ کون بچہ ہے تو محمد ابن اسماعیل سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے پوچھا کہ **ان تقول ان تحفظ سبعین الف حدیث** انہوں نے فرمایا **نعم واحفظ** ۔ ستر ہزار ہی نہیں اس سے زیادہ یاد رکھتا ہوں اور حدیث کے یاد رکھنے کی کیفیت انہوں نے بیان کی کہ جتنے صحابہ وتابعین سے میں حدیثیں روایت کرتا ہوں ان میں سے اکثر کی ولادت، وفات، مسکن، مولد ان سب کو میں جانتا ہوں۔ عام طور سے محدثین روایتیں تو کرتے تھے صحابہ وتابعین کے بارے میں تو پوچھنا ہی نہیں **کلھم عدول** لیکن تابعین کے بعد کی تفصیلات مولد ومسکن، زمانۂ زندگی اور حالات یہ سب محفوظ نہیں ہوتے تھے لیکن امام بخاری نے کہا کہ جتنے صحابہ اور تابعین ہیں ان میں سے اکثر کے حالاتِ زندگی بھی میں جانتا ہوں اور ان کی ولادت ووفات سے بھی واقف ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جتنی بھی حدیثیں میں یاد رکھتا ہوں اس کے ساتھ ساتھ قرآن میں حدیث میں ان اصل کو بھی میں جانتا ہوں۔ یہ کسی مجتہد ہی کا کام ہوگا کہ حدیث کا جو مضمون ہے وہ قرآن کے کس مضمون کے تحت آتا ہے یا جو حدیث مشہور متواتر ہو اس کے کس مضمون کے ساتھ آتا ہے۔ جب کسی عام حدیث یا خبر واحد کا مضمون کسی آیت قرآنی کے مطابق ہے یا حدیث مشہور ومتواتر کے مطابق تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مفہوم ضرور صحیح ہے۔ یہ تین باتیں امام بخاری نے اس وقت بیان فرمائیں جب ان کی عمر پندرہ سال کی تھی تو یہ ان کے حفظ حدیث کا حال تھا۔ اس کے بعد وہاں سے نکلے تو حجاز مقدس میں چھ سال تک رہے اور وہاں علم حدیث حاصل کیا۔ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں مصر میں دو بار گیا، جزیرہ میں دو بار گیا، بصرہ میں چار بار گیا اور حجاز میں چھ سال تک رہا اور **لا احصی کم دخلت الی الکوفة وبغداد مع المحدثین** ۔ شمار نہیں کہ میں کتنی بار کوفہ اور بغداد میں محدثین کے ساتھ گیا ہوں۔ یہ امام بخاری کا اپنا قول ہے۔

میں یہاں پر ایک ہی جملہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر عراق فتنوں کی سر زمین تھی تو یہ بصرہ اور کوفہ اور بغداد خاص طور سے کوفہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مولد تھا اور مسکن بھی اور بغداد بھی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسکن تھا اور مدفن بھی۔ یہاں امام بخاری جیسا حافظ الحدیث خود یہ کہتا ہے **لا احصی کم دخلت الی الکوفة وبغداد مع المحدثین**۔ کتنی بار میں بغداد اور کوفہ گیا ہوں شمار نہیں کر سکتا۔ کیا امام بخاری وہاں فتنہ سیکھنے جاتے تھے؟ اس وقت بھی کوفہ اور بغداد علم کا اتنا بڑا مرکز تھا۔ اتنا بڑا ذخیرہ علم کا وہاں موجود تھا کہ کوئی بھی محدث اس سے بے نیاز نہیں

ہوسکتا تھا یہاں تک کہ امام بخاری کو دوسرے شہروں میں تو کم جانے کا اتفاق ہوا لیکن کوفہ اور بغداد اتنی بار گئے کہ اس کا شمار نہیں ہے۔

ان کی تحصیل علم کا حال یہ تھا یہ حاشد ابن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ ہم اور محمد ابن اسماعیل بخاری محدثین کے پاس بصرہ جایا کرتے تھے اور حدیث سیکھا کرتے تھے۔ ہم لوگ تو حدیثیں لکھتے تھے کیوں کہ اس زمانے کا طریقہ یہی تھا کہ شیخ نے حدیث بیان کی اور وہ لکھ لی گئی تا کہ محفوظ رہے اور کوئی اس کے اندر خطا واقع نہ ہو۔ روزانہ ہم لوگ حدیث سنتے تھے اور لکھتے تھے مگر امام بخاری سنتے تھے لکھتے نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کیوں وقت برباد کر رہے ہو لکھتے کچھ نہیں ہو۔ اس طریقے سے سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ سولہ دن گزر گئے پھر ہم لوگوں نے کہا کہ آپ کو لکھنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے بہت زیادہ ملامت کر ڈالی اچھا نکالو جتنی حدیثیں تم لوگوں نے لکھی ہیں۔ حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ ہم نے نکالا تو پندرہ ہزار حدیثیں ہم لوگ لکھ چکے تھے۔ امام بخاری نے کہا کہ میں پڑھتا ہوں اور تم اپنی لکھی ہوئی تحریروں سے ملاؤ۔ امام بخاری نے وہ حدیثیں جو پندرہ ہزار سے زیادہ تھیں سب سنا دیں اور کہیں بھی خطا نہیں کی۔ حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی تحریروں کو ان کی یاد داشت سے درست کیا۔ یہ ان کی تحصیل حدیث کا حال تھا اور اسی وجہ سے وہ اپنی نوجوانی ہی میں اس مقام کو پہنچ چکے تھے کہ بڑے بڑے لوگ ان سے حدیث حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ابوبکر اعیون کہتے ہیں **کتبنا عن محمد ابن اسماعیل وھو امرد علیٰ باب محمد یوسف** کہ امام بخاری کی ابھی داڑھی مونچھ نہیں نکلی تھی اس وقت ہم نے محمد ابن یوسف فلیابی کے دروازے پر ان سے حدیث لکھی۔ اس کا مطلب کیا ہوا؟ محمد یوسف فلیابی امام بخاری کے شیخ تھے۔ شیخ کے ہوتے ہوئے تلمیذ کی طرف کوئی توجہ نہیں دے گا خصوصاً حدیث کے معاملے میں کہ شیخ موجود ہیں ان کی روایت عالی ہوگی اور ان کے ہوتے ہوئے امام بخاری سے پوچھنے اور سیکھنے کی حاجت نہیں ہوگی لیکن یہ جانتے تھے کہ امام بخاری کے پاس محمد ابن یوسف فلیابی سے زیادہ حدیثیں موجود ہیں اسی لیے اس زمانے میں لوگ ان سے حدیث پوچھتے تھے۔

دوسرے محدث بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری راہ چلا کرتے تھے تو لوگ حدیثیں سیکھنے کے لیے ان کے پیچھے دوڑتے تھے اتنے لوگ جمع ہو جاتے تھے کہ کہیں راستے میں ان کو بٹھا لیتے تھے اور حدیثیں ان سے پوچھنا شروع کر دیتے تھے۔ وہ حدیثیں بیان کرتے تھے اور ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا یہی محمد ابن یوسف فلیابی نے اپنی محفل میں ایک بار اپنے درس حدیث میں کہا: **حدثنا سفیان عن ابی عروۃ عن ابی الخطاب عن ابی حمزۃ** پھر اس کے بعد انہوں نے پوچھا کہ اس سند حدیث کے رجال کون کون ہوئے۔ سفیان اور ثوری کو تو سبھی جانتے تھے لیکن ابوعروہ کون ہے ابوالخطاب کون ہے اور ابوحمزہ کون ہے پورے درس میں کوئی نہیں بتا سکا۔ امام بخاری نے عرض کیا کہ ابوعروہ، معمر ابن راشد ہیں ابوالخطاب، قتادہ ابن دعامہ سدوسی ہیں اور ابوحمزہ، حضرت انس ابن مالک ہیں۔

امام سفیان ثوری کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مشہور محدثین جو مشہور رواۃ ہوتے تھے تو ان کا نام لینے کے بجائے کنیت ذکر کرتے تھے۔ اسی میں یہ ہے معمر ابن راشد مشہور و معروف ہیں قتادہ ابن دعامہ تابعی یہ بھی معروف و مشہور ہیں اور حضرت انس ابن مالک کا تو پوچھنا ہی کیا۔ چوں کہ امام بخاری نے حدیث اس طریقے سے حاصل کی تھی کہ تمام رواۃ کے حالات سے بھی آشنا تھے کیوں کہ انہوں نے مدینہ منورہ ہی میں اٹھارہ سال کی عمر میں تاریخ کبیر لکھی تھی جس میں رجال حدیث کے احوال انہوں نے جمع کیے ہیں۔ انہوں نے چاندنی راتوں میں اس کو لکھا تھا اس طور سے انہوں نے یہ حدیثیں حاصل کی اور اس کے بعد چھ لاکھ حدیثوں سے بخاری شریف کا انتخاب کیا اور ایک لاکھ صحیح حدیثوں سے پھر اس کا انتخاب کیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کے مطابق دو ہزار سے کچھ زیادہ اس کے اندر حدیثیں ہیں جو مکررات کو حذف کر کے ہیں اور مکررات کو لے کر نو ہزار سے کچھ زیادہ حدیثیں ہیں اس لیے یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ بخاری میں جو حدیث نہیں ہے وہ ہے ہی نہیں۔ اگر دس ہزار بھی مان لیجیے تو امام بخاری کے پاس نوے ہزار حدیثیں تھیں وہ کیا ہوئیں اس لیے یہ سمجھنا کہ بخاری میں جو حدیث ہے وہی حدیث ہے اور اس کے علاوہ جو حدیث ہے وہ ہے ہی نہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ امام بخاری نے جب ان کو ایک لاکھ حدیثوں سے منتخب کیا اور صرف نو ہزار مکررات کے ساتھ اس کو جمع کیا ہے تو یقیناً اس کے علاوہ بہت حدیثیں رہ گئی ہیں ان کی تخریج انہوں نے نہیں کی۔ بعد کے محدثین نے ان میں سے بہت سی حدیثوں کی تخریج بھی کی ہے اس لیے وہ بھی روایت قابل ذکر اور قابل عمل ہیں اور معیار پر پوری اترتی ہیں۔ یقیناً ان سے احکام بھی اخذ کیے جائیں گے اور عقائد میں بھی ان کا ثبوت ہوگا۔ یہ امام بخاری کی کتاب ہے جو نہایت ہی بابرکت ہوئی اس وجہ سے کہ اس کی سند نہایت ہی قوی ہے اور ان کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں۔ وقت کی قلت کے پیش نظر اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

شرعی احکام ومسائل

(خواتین کی جانب سے اجتماع میں پوچھے گئے سوالات اوران کے جوابات)

از: مفتی محمد نظام الدین رضوی

سوال (١): حیض کی کم سے کم مدت کتنی ہے اور حیض اور استحاضہ میں کیا فرق ہے؟

جواب: حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس راتیں ہیں۔ حیض دس دن دس رات سے زیادہ نہیں آسکتا۔ حیض اور استحاضہ میں یہ فرق ہے کہ عورت کو بالغہ ہونے کے بعد عادت کے مطابق فطری طور پر جو خون آتا ہے اس خون کو حیض کہا جاتا ہے اور یہ خون اس کے بالغہ ہونے کی نشانی ہے۔ کبھی کبھی کسی بیماری کی وجہ سے عورت کو خون آتا ہے اس خون کو استحاضہ کہا جاتا ہے۔

سوال (٢): آپ نے حیض کی کم سے کم مدت کے تعلق سے فرمایا کہ تین دن اور تین رات ہے تو اگر کسی عورت کو پانچ دن خون آنے کی عادت ہو تو دس دن تک نمازیں روکے رکھے گی یا پانچ دن کے بعد نماز شروع کردے گی؟

جواب: جس عورت کو پانچ دن تک خون آنے کی عادت ہے وہ پانچ دن تک (یعنی جتنے دنوں تک خون آتا رہے اتنے دنوں تک) نماز سے رکی رہے، اتنے دنوں تک نماز اس سے معاف ہے اور جب عادت کے دن پورے ہوگئے اور خون آنا بند ہوگیا تو اب اس پر فرض ہے کہ فوراً غسل کرے اور نمازیں پابندی کے ساتھ ادا کرے، اب وہ اس کا انتظار نہیں کرے گی کہ دس دن پورے ہوئے یا نہیں بلکہ عادت پوری ہوگئی تو اب اس کے بعد نہائے اور فوراً نماز شروع کردے۔

سوال (٣): کسی کی پانچ دن کی عادت تھی اور خون بند ہوگیا لیکن ایک دن کے بعد پھر خون آنا شروع ہوگیا اور ابھی دس دن پورے نہیں ہوئے تھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کو یہ مانا جائے گا کہ اس عورت کی عادت بدل گئی ہے۔ اگر زیادہ سے زیادہ دس دن تک وہ خون آتا ہے تو اس کو حیض کا ہی مانا جائے گا اور جب تک وہ خون آتا رہے گا اس سے نماز معاف ہے اور جب خون آنا بند ہوجائے تو فرض ہے کہ غسل کرے اور نماز پڑھنا شروع کردے۔

سوال (٤): عادت کے مطابق پانچویں دن خون بند ہوگیا، اس نے غسل کیا اور نماز پڑھنا شروع کردیا لیکن چھٹے یا ساتویں دن پھر شروع ہو گیا تو جو نماز اس نے پڑھی ہے کیا اس کی وجہ سے وہ گنہ گار ہوگی؟

جواب: نہیں، اس کی وجہ سے وہ گنہ گار نہیں ہوئی کیوں کہ کوئی بھی مرد یا عورت اسی حد تک مکلّف ہے جس کا اس کو علم ہے۔ اسے یہی معلوم تھا کہ اس کی عادت پانچ دن ہے اور عادت کے بعد خون کبھی نہیں آتا تھا، اس لیے اس نے جو کیا ٹھیک کیا، اس کی نماز صحیح ہے اور اس کو ان نمازوں کا ثواب بھی ملے گا۔

سوال (٥): نفاس کس کو کہتے ہیں اور اس کی کم سے کم مدت کیا ہے اور کیا چالیس دن تک نفاس ضروری ہے؟

جواب: بچے کی پیدائش کے بعد عورت کو جو خون آتا ہے اس کو نفاس کا خون کہا جاتا ہے۔ یہ خون کم سے کم ایک دومنٹ کے لیے بھی آسکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کی مدت چالیس دن اور چالیس راتیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ خون مسلسل آتا رہا تو چالیس دن تک جو خون آئے گا اس کو نفاس کا مانا جائے گا اور اس کے بعد بھی اگر خون آتا ہے تو وہ خون بیماری کا مانا جائے گا، مگر یہ مطلب نہیں ہے کہ چالیس دن اس خون کا آنا ضروری ہے بلکہ یہ خون دو چار دس منٹ بھی آکر بند ہوجاتا ہے، کبھی دو چار دس دن تک جاری رہتا ہے اور کبھی اس سے زیادہ بھی۔ عورت کے بدن میں جس قدر زیادہ خون ہوتا ہے وہ زیادہ خون ختم ہوجاتا ہے تو خون آنا بند ہوجاتا ہے۔

سوال (٦): اگر طواف زیارت کے وقت کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اور طواف زیارت بارہ ذی الحجہ کے بعد کرے تو کیا اسے دَم دینا ہوگا؟

جواب: جو عورت حالت حیض یا حالت نفاس میں ہونے کی وجہ سے طوافِ زیارت نہیں کرسکی اس کے لیے شریعت طاہرہ کا حکم ہی یہ ہے کہ وہ رکی رہے اگر چہ گیارہویں اور بارہویں تاریخ سب گزر جائے جب وہ پاک ہو جائے گی اس کے بعد ہی اس کے لیے طواف زیارت کا وقت شروع ہوگا یعنی جس دن وہ پاک ہوگی وہی دن اس کے لیے طوافِ

زیارت کا ہے تو اگر تیرہویں کو پاک ہوئی تو تیرہویں کو نہائے اور فوراً طوافِ زیارت کرے، چودہویں یا پندرہویں کو پاک ہوئی تو اسی دن نہا کر طواف کرے۔ اس کا طوافِ زیارت قضا نہیں بلکہ ادا ہی ہوگا اور اس تاخیر کی وجہ سے نہ اس کو دم دینا ہے اور نہ ہی صدقہ۔

سوال (۷): کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں رکنے کی گنجائش نہیں ہوتی تو ایسی حالت میں کیا کریں؟

جواب: ایسی صورت میں اولاً تو یہ کوشش کی جائے کہ معلم اس کی فلائٹ کی تاریخ بڑھا دے۔ اگر تاریخ بڑھ جاتی ہے تو بہت اچھا ہے لیکن اگر تاریخ نہیں بڑھ پاتی ہے اور تاریخ بڑھنے کی کوئی گنجائش نہیں نکل پا رہی ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ حیض یا نفاس کی حالت میں طوافِ زیارت کرلے گی تو اس کا طوافِ زیارت صحیح ہوگا، اس کا حج بھی مکمل ہو جائے گا، لیکن وہ گنہ گار بھی ہوگی اور مجرم بھی۔ گنہ گار ہوئی اس لیے اس پر فرض ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرے اور مجرم ہوئی اس لیے اس پر فرض ہے کہ بَدَنہ یعنی اونٹ (یا گائے بھینس وغیرہ) کی قربانی دے۔

سوال (۸): عورت حج کے لیے گئی اور حج سے پہلے ہی مکۂ معظّمہ میں شوہر کا انتقال ہو گیا اور ساتھ میں کوئی محرم بھی نہیں ہے تو وہ حج کرے یا واپس آجائے اور مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے؟

جواب: جب وہ عورت مکۂ معظّمہ پہنچ چکی ہے تو جو جگہیں حج کے لیے شریعت نے متعین کی ہیں یعنی مقام عرفات، مزدلفہ اور منٰی یہ سب چودہ کلو میٹر کے اندر ہیں اور چودہ کلو میٹر مدت سفر سے کم ہے اس لیے حکم شرعی یہ ہے کہ شوہر کو دفن کر کے وہ خود حج کے ارکان ادا کرے، اس لیے کہ مختصر مسافت کا سفر کرنے میں عورت کے لیے محرم وغیرہ کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ البتہ حج کے ارکان مکمل کر کے اسے مکۂ معظّمہ ہی میں ٹھہر کر وفات کی عدت یعنی چار مہینے دس دن گزارنے ہوں گے اور اسے مدینۂ منورہ بھی جانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو اب اگر اسے اجازت ملے تو مدینۂ منورہ میں حاضر ہو کر درِ رسول کی حاضری کی سعادت حاصل کر سکتی ہے اور اگر اسے اجازت نہ ملے تو مکۂ معظّمہ ہی سے گھر واپس آجائے۔ ہاں اگر اسے وہاں کی حکومت چار مہینے دس دن رہنے کی اجازت بھی نہیں دیتی ہے اور اس کے ویزا کی مدت نہیں بڑھاتی ہے تو اب یہ مجبوری کی صورت ہوگی اور اس کے لیے اجازت ہوگی کہ وہ اپنے وطن واپس آجائے۔

سوال (۹): کیا احرام کی پابندیوں کے وقت بیوی اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ کر طواف کر سکتی ہے؟

جواب: کچھ ایسے مواقع ہوتے ہیں جہاں مجبوراً ایسا کرنا پڑتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑتا ہے یا بیوی اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑتی ہے اور دونوں ساتھ ساتھ طواف کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ چلتے ہیں ورنہ ساتھ چھوٹنے کے بعد جب غائب ہوں گے تو کتنے دنوں کے بعد ملیں گے اس کا کچھ ٹھکانہ نہیں ہوتا اور حج کی عبادت میں بھی رخنہ واقع ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں کو اجازت ہے کہ وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چل سکتے ہیں۔ البتہ ان پر یہ لازم ہے کہ دل میں خوفِ خدا رکھیں اور اپنے دل میں ہرگز ہرگز شہوت کا گزر نہ ہونے دیں۔

امام شافعی کے نزدیک یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر وضو کے بعد عورت کسی مرد کا ہاتھ چھو دے یا مرد کسی عورت کا ہاتھ چھو دے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور میں نے بعض شافعی حضرات سے معلوم کیا تو ان کا بیان ہے کہ ہم نے طواف وغیرہ کے وقت لاکھ بچنے کی کوشش کی مگر بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے کسی نہ کسی عورت کا ہاتھ چھو ہی جاتا ہے۔ اس لیے اب بچنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔

ایسی صورت میں بہ وجہِ مجبوری شافعی مذہب میں بھی اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر طواف وغیرہ کرنے یا انجانے میں کسی دوسری عورت کے ہاتھ سے ہاتھ چھو جانے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ لہٰذا چاہے حنفی ہوں یا شافعی طواف کی حالت میں اپنے بیوی کا ہاتھ پکڑ سکتے ہیں۔

سوال (۱۰): نکاح کے بعد عورت پر اس کے ماں باپ کا حق زیادہ ہے یا ساس سسر کا؟

جواب: ماں باپ کا حق سب سے زیادہ ہے، وہ ماں باپ کا احترام کرے اور ان کی بات مانے اور اس پر اس کے ساس سسر کا بھی حق ہے اس کا بھی اسے لحاظ کرنا ہوگا لیکن اس پر زیادہ حق اس کے اپنے ماں باپ کا ہے۔

سوال (۱۱): کیا عورت پر اس کے ماں باپ کا حق اس کے شوہر سے بھی زیادہ ہے؟

جواب: نہیں، عورت پر بیوی ہونے کی حیثیت سے شوہر کا حق سب سے زیادہ ہے اور بیٹی ہونے کی حیثیت سے بیٹی پر ماں باپ کا حق سب سے زیادہ ہے اسے یہ دونوں حقوق ادا کرنے ہوں گے۔

سوال (۱۲): پردے کا اہتمام کر کے عورت کوئی نوکری کر سکتی ہے یا نہیں جب کہ اس کے گھر میں کوئی کمانے والا نہ ہو اور اگر کمانے والا ہو بھی تب بھی کیا اسے اجازت ہوگی؟

جواب: دو چیزوں کا اہتمام کرنا پڑے گا، ایک تو پردے کا اور دوسرے

اجنبی مردوں کے درمیان خلط ملط کے ساتھ نہ رہنے اور ہنسی مذاق نہ کرنے کا اگر عورت ان دونوں باتوں کا لحاظ کر لے تو اسے نوکری کرنے کی اجازت ہوگی اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال (۱۳): کیا عورتوں کے لیے بھی تراویح سنت ہے؟

جواب: عورتوں کے لیے بھی تراویح سنت ہے مگر مسجد میں آنا ان کے لیے سنت نہیں ہے، ان کے لیے مناسب طریقہ یہ ہے کہ اپنے گھر میں نماز کے لیے جگہ خاص کر لیں اور اسی جگہ تراویح کی نماز ادا کریں۔ جو کمرہ وہ نماز کے لیے خاص کریں گی وہ ان کے لیے مسجد کے حکم میں ہوگا اور فقہ کی زبان میں اسے مسجدِ بیت کہا جاتا ہے، اس کا بھی اسی طرح ادب کریں جیسے مسجد کا ادب کیا جاتا ہے۔ اگر چاہیں تو وہ اپنے گھر کی اس مخصوص جگہ پر اعتکاف بھی کر سکتی ہیں ان کو ساری فضیلت اور ثواب ملے گا لیکن اعتکاف کی نیت کے بعد شرعی ضرورت کے بغیر وہ اس کمرے سے باہر نہیں ہو سکتیں، صرف پیشاب پاخانے وغیرہ کے لیے باہر جانے کی اجازت ہوگی۔ وہ اسی کمرے کے اندر رہ کر عبادت کریں، تلاوت کریں، درود شریف پڑھیں اور ذکر واذکار کریں۔ یہ رمضان شریف میں اعتکاف کا مسئلہ ہے۔

سوال (۱۴): جس طرح مرد جب مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو نفلی اعتکاف کر لیتے ہیں اور ان کے لیے کوئی مدت متعین نہیں ہوتی کیا عورت بھی اپنے اس کمرے میں اسی طرح نفلی اعتکاف کی نیت کر کے عبادت وغیرہ کر سکتی ہے؟

جواب: ہاں وہ بھی اس طرح کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں جیسے ہی وہ کمرے سے باہر ہوگی اس کا اعتکاف مکمل ہو جائے گا۔

سوال (۱۵): عورتوں کے تراویح کی نماز سنت ہے تو کیا اس کے چھوڑنے پر اس پر گناہ بھی ہوگا؟

جواب: اگر عورت اس کی عادت بنا لے یعنی تین دن یا اس سے زیادہ کی تراویح چھوڑ دے تو وہ گنہگار ہوگی۔

سوال (۱۶): گھر میں عورتیں فاتحہ خوانی کر سکتی ہیں یا نہیں اور اس کا مختصر طریقہ کیا ہے؟

جواب: اگر عورت کو فاتحہ دینے کا طریقہ معلوم ہے تو وہ خود فاتحہ خوانی کر سکتی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر قرآن پاک کی جو آیتیں یاد ہوں انہیں پڑھے پھر سورۂ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور بہتر ہوگا کہ الٓمٓ بھی مُفلِحُونَ تک پڑھ لے پھر گیارہ مرتبہ کوئی درود شریف پڑھ لے۔ یہ سب پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر اس طرح دعا کرے:

''اے اللہ! میں نے جو کچھ پڑھا ہے ان کا ثواب اور جو شیرینی، کھانا وغیرہ ہے ان کا ثواب تو اپنی بارگاہ میں قبول کر لے اور ان کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، تمام نبیوں اور رسولوں کو پہنچا، سارے ولیوں اور سارے مسلمانوں کو پہنچا اور ہمارے گھر کے مردوں کو پہنچا اور سب پر اپنی رحمتیں نازل کر''

یہ فاتحہ اور ایصال ثواب کا آسان اور مختصر طریقہ ہے۔

سوال (۱۷): کیا فاتحہ کے لیے کسی تیکھی چیز، اس کے ساتھ کسی میٹھی چیز، پانی کے برتن، دودھ کے برتن وغیرہ کا اہتمام کرنا ضروری ہے؟ کیا ان کے بغیر فاتحہ نہیں ہو سکتا؟

جواب: ضروری تو ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے، صرف قرآن پاک کی آیتیں اور درود شریف پڑھ کر کوئی فاتحہ پڑھنا چاہے تو یہ بھی کافی ہے۔ مگر اس کے ساتھ مختلف قسم کے کھانے اور مشروبات وغیرہ جو رکھے جاتے ہیں ان کا فائدہ غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور محتاجوں کو ملتا ہے کہ یہ کھانے عام طور پر ان کے درمیان تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ اسی بہانے ان بے چاروں کو بھی اچھے کھانے نصیب ہو جاتے ہیں جن کو ایسے کھانے نہیں مل پاتے اور پھر جب وہ کھاتے ہیں تو اس کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے تو ان مردوں کی روح کو بھی تسکین ملتی ہے۔ یہ مردوں کے خوش ہونے کا بھی ذریعہ ہے اور غریبوں، فقیروں، یتیموں، مسکینوں اور محتاجوں کے خوش ہونے کا بھی ذریعہ ہے۔ اس لیے مستحب یہ ہے کہ ایسا کر لیا جائے تاکہ سب لوگ خوش ہوں اور جب سب خوش ہوں گے تو اللہ بھی خوش ہوگا۔

سوال (۱۸): اگر عورت حیض ونفاس میں ہو تو دوسرے لوگ گھر میں نیاز فاتحہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو تو اس گھر میں دوسرے لوگ نیاز فاتحہ کر سکتے ہیں، بلکہ اگر کوئی دوسرا فاتحہ وغیرہ کرنا نہیں جانتا اور یہ عورت ہی جانتی ہے تو اس عورت کو چاہیے کہ کچھ اذکار پڑھ لے مثلاً سُبحَانَ اللّٰہِ (۳۳/ بار) اَلحَمدُ لِلّٰہِ (۳۳/ بار) اور اَللّٰہُ اَکبَرُ (۳۴/ بار) اور درود شریف جتنا زیادہ سے زیادہ پڑھنا چاہے پڑھ لے، اس کے بعد ان اذکار کا ثواب اور جو کھانا وغیرہ تیار ہے اس کا ثواب اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کریں، پھر انبیائے کرام، اولیائے کرام اور تمام مسلمان مردوں کو پیش کریں۔ اس طرح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، بس یہ کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت نہ کرے باقی

اذکار، درودشریف، کلمۂ طیبہ وغیرہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھ لے۔ اس کے بعد اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا ثواب پیش کرے، پھر رسولوں کی بارگاہ میں اور اپنے تمام مردوں کو پیش کرے تو یہ ہو سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بس اس کے لیے قرآن پاک کی تلاوت کرنا جائز نہیں اس کے علاوہ ذکر واذکار کرنے میں حرج نہیں، کلمہ بھی جتنا چاہے پڑھ سکتی ہے۔

سوال (۱۹): کیا عورت حیض کی حالت میں نیاز کا کھانا پکا سکتی ہے؟

جواب: ہاں، وہ نیاز کا کھانا پکا بھی سکتی ہے، کھا بھی سکتی ہے اور فاتحہ بھی دے سکتی ہے۔

سوال (۲۰): شوہر کو جان بچانے کے لیے بیوی کے خون کی حاجت ہو تو کیا بیوی اسے خون دے سکتی ہے؟ یا بیوی کی جان بچانے کے لیے شوہر کے خون کی ضرورت ہو تو کیا شوہر اسے خون دے سکتا ہے؟ اور کیا ان دونوں کے آپس میں ایک دوسرے کو خون دینے سے دونوں کے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

جواب: دونوں کے لیے دونوں جائز ہے یعنی عورت کے لیے جائز ہے کہ شوہر کی جان بچانے کے لیے اپنا خون اسے عطیہ کرے اور ڈاکٹر اس کا خون اس کے شوہر کے بدن میں چڑھا دے اور شوہر کے لیے جائز ہے کہ بیوی کی جان بچانے کے لیے اپنا خون بیوی کو عطیہ کرے اور ڈاکٹر اس کا خون بیوی کے بدن میں چڑھائے۔ اس کی وجہ سے ان دونوں کے نکاح پر بھی کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ دونوں جیسے پہلے میاں بیوی تھے، اب بھی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔

سوال (۲۱): عورت باوضو تھی اور اس نے اسی حال میں بچے کو دودھ پلا دیا تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب: بچے کو دودھ پلانے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ دودھ ایک پاک اور طیب وطاہر چیز ہے اور پاک چیزوں کے بدن سے نکلنے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ جیسے کوئی تھوک دے تو وضو نہیں ٹوٹا، بدن سے پسینہ نکل گیا تو وضو نہیں ٹوٹا، آنکھ سے آنسو نکل آیا تو وضو نہیں ٹوٹا اسی طرح بچے کو دودھ پلانے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ بدن سے جب ناپاک چیز نکلے گی تب وضو ٹوٹے گا۔

سوال (۲۲): عورتوں کا بیوٹی پارلر میں جانا اور وہاں اجنبی عورتوں یا مردوں کے ذریعے آرائش وزیبائش کرانا کیسا ہے؟

جواب: یہ حرام اور گناہ ہے۔ ہرگز ہرگز ہماری مائیں، بہنیں، بہوئیں بیوٹی پارلر میں نہ جائیں اور نہ ہی وہاں کے اجنبی مردوں یا عورتوں کے ذریعے بناؤ سنگار کرائیں، نہ اپنا، نہ اپنی بچیوں کا، نہ اپنی دلہنوں کا۔ آپ اپنے گھر میں رہو، اپنے ہاتھوں سے جو بناؤ سنگار ہو سکے کرو اس کی اجازت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ ہمیں وہ کام کرنا چاہیے جس سے اللہ اور اس کے رسول راضی ہوں۔

سوال (۲۳): عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی یہ جاننے کے لیے سونوگرافی اور لڑکی ہو تو دل چھوٹا کرنا، غمگین ہونا اور کسی بہانے سے حمل کو گرادینا کیسا ہے؟

جواب: بلاضرورت کبھی بھی حمل والی عورت کو سونوگرافی نہیں کرانی چاہیے کیوں کہ اس سے بچے کو نقصان پہنچتا ہے اور اس لیے سونوگرافی کرانا تاکہ اگر لڑکا ہو تو خوشی منائیں اور لڑکی ہو تو غمگین ہو جائیں، اس کو گرادیں اور برباد کردیں یہ حرام اور گناہ ہے۔ زمانۂ جاہلیت کے لوگوں کا یہ طریقہ رہا ہے۔ اس زمانے میں سونوگرافی کی ایجاد تو نہیں ہوئی تھی لیکن جب انہیں پتہ چل جاتا تھا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو غمگین ہو جاتے تھے اور اسے مارڈالتے تھے اور آج لوگ پیدا ہونے سے پہلے ہی سونوگرافی کرا کے معلوم کر لیتے ہیں اور ڈاکٹروں کے ذریعے اسے گرادیتے ہیں۔ اس گناہ میں عورت بھی برابر کی شریک ہے، ڈاکٹر بھی اور جو لوگ بھی اس پر راضی ہیں سب برابر کے شریک ہیں، سب گنہگار ہوں گے۔ نہ تو عورتوں کو بچی ہونے کی وجہ سے حمل گرانا چاہیے اور نہ ہی ڈاکٹروں کو ایسا حمل گرانے میں عورتوں کی مدد کرنی چاہیے۔

سوال (۲٤): نظر بد، سحر، جادو، آسیب وغیرہ سے حفاظت کے لیے عورت اپنی ناپاکی کے دنوں میں آیۃ الکرسی پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ اس کا ہمیشہ کا معمول ہے کہ وہ آیۃ الکرسی پڑھتی رہتی ہے۔

جواب: آیۃ الکرسی کی ایک حیثیت یہ ہے کہ وہ قرآن پاک ہے اور اگر اس کو دعا اور حفاظت کی نیت سے پڑھا جائے پھر وہ دعا ہے۔ اس نیت سے پڑھنا چاہے کہ وہ اللہ کا ذکر ہے اور دعا ہے تو وہ حیض اور نفاس کی حالت میں بھی پڑھ سکتی ہے تاکہ وہ جن، بھوت، آسیب، جادو اور نظر بد سے محفوظ رہے اور بچوں کو بھی محفوظ رکھے، اگر تلاوت کی نیت سے پڑھے گی تو حرام ہے۔ اسی طرح سورۂ فاتحہ بھی ذکر اور دعا کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں۔

سوال (۲۵): رات کو ذکر اور وظیفہ کرنے کی عادت ہے اور کسی وجہ سے رات میں نہیں پڑھ سکی تو کیا دن میں پڑھ لینے سے اس کی قضا ہو جائے گا؟

جواب: ہاں، جس کا رات کا کوئی وظیفہ یا عبادت ہے اور بھولنے یا اور

کسی مشغولیت کی وجہ سے رات کا وہ وظیفہ یا عبادت نہ کر سکی تو حدیث پاک سے ثابت ہے کہ دن میں وہ وظیفہ کر لے یا وہ نماز پڑھ لے تو اس رات والے وظیفے کی قضا ہو جائے گی۔

سوال (۲۶): سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مانگنا کہ یا رسول اللہ! ہمیں کچھ عطا کیجیے، ہمارے حال پر کرم کیجیے، یہ جائز اور درست ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰهُ يُعْطِىْ" (ترجمہ) اللہ تعالیٰ مجھے نعمتیں عطا کرتا ہے اور میں اپنے ہاتھوں سے ان نعمتوں کو بانٹتا ہوں۔

یہ بخاری شریف کی حدیث ہے، مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔ جو بانٹتا ہے لوگ اسی سے مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حضور کے ہاتھوں تقسیم ہو رہی ہیں تو ہم مانگیں گے کس سے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم سے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا جائز ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مانگنے کا حکم فرمایا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار صلی اللہ علیہ و سلم کو وضو کرایا جس سے آپ خوش ہو گئے اور ارشاد فرمایا: اے ربیعہ جو کچھ مانگنا چاہو مانگ لو اور جتنا مانگنا چاہو مانگ لو یعنی دنیا کی نعمت مانگنا چاہو یا آخرت کی نعمت مانگنا چاہو سب مانگ لو۔ تو حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مانگنے کا حکم فرمایا تو انہوں نے بھی کیا خوب مانگا، کہتے ہیں: میں یہ مانگ رہا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ یہ مانگ کر انہوں نے ہر نعمت مانگ لی کہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں انہیں ہر نعمت مل جائے گی۔

سوال (۲۷): ہم ترجمۂ کنز الایمان ہی پڑھنے پر اصرار کیوں کرتے ہیں جب کہ دیگر تراجم بھی موجود ہیں؟

جواب: قرآن پاک کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے وہ قرآن پاک کا سب سے زیادہ صحیح ترجمہ ہے اور اس ترجمے میں ایمان، عقیدے اور عمل کی حفاظت ہے۔ یہ ترجمہ ایسا مطلب خیز ہے کہ ایک عام سے عام آدمی پڑھے تو وہ بھی اس سے کوئی دوسرا مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ اس لیے ہم ہدایت کرتے ہیں کہ جو کوئی قرآن مقدس کا ترجمہ پڑھنا چاہتا ہے وہ ترجمۂ کنز الایمان ہی پڑھے۔

سوال (۲۸): تبلیغی جماعت کے جو خواتین کے اجتماعات ہوتے ہیں کیا ان میں شریک ہونے میں کوئی حرج ہے؟

جواب: تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں جانا حرام اور گناہ ہے۔ اس لیے کہ ان کا عقیدہ الگ ہے اور ہمارا عقیدہ الگ۔ وہ شروع شروع میں نماز، روزہ وغیرہ کے تعلق سے بات کرتے ہیں مگر دھیرے دھیرے وہ اپنے عقیدے سکھانے اور گمراہ کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِيَّاكُمْ وَ اِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّوْنَكُمْ وَ لَا يَفْتِنُوْنَكُمْ تم اپنے آپ کو ان سے دور رکھو اور وہ تمہارے قریب آنا چاہیں تو ان کو دور کرو۔ کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کر دیں اور کہیں وہ تم کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

سوال (۲۹): بچہ پیدا ہونے کے بعد جو فال نکال کر، حروف متعین کر کے نام رکھتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟ اسی طرح شادی وغیرہ کے لیے فال دیکھ کر تاریخ متعین کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب: نام رکھنے کے لیے فال دیکھنے سے شریعت نے نہ منع کیا ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہے۔ اب اگر یہ فال دیکھنا شرعی طریقے پر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ شادی کی تاریخ کے لیے فال نکالنے کا بھی یہی حکم ہے۔

لوگ عام طور پر فال نکالنے کے لیے قرآن شریف کو کھول کر پڑھتے ہیں، اگر اس میں کوئی ایسی آیت ملتی ہے جس میں بشارت ہو تو خوش ہوتے ہیں اور اگر کوئی ایسی آیت ملتی ہے جس میں وعید ہو تو سمجھتے ہیں کہ یہ فال ہمارے لیے غلط ہے یا کوئی کتاب رکھ کر اس سے اسی طرح فال نکالتے ہیں یا ایسا ہوتا ہے کہ کچھ نشانات کھینچ لیتے ہیں اور ان پر انگلی رکھ کر فال نکالتے ہیں۔ یہ سب طریقے غلط ہیں، شریعت ان کو قبول نہیں کرتی ہے، شریعت کی نظر میں فال کی جگہ پر استخارہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو عرب جاہل بھی فال نکالا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے اس سے منع فرمایا اور اس کی جگہ پر استخارہ کو رواج دیا۔ استخارہ کر لینا بہتر ہے۔

استخارہ کا طریقہ یہ ہے کہ رات میں سونے سے پہلے وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھیں اور درود شریف پڑھ کر یہ دعا کر کے سو جائیں کہ اے اللہ! میری جو مراد ہے اگر یہ بہتر ہو تو مجھ کو خواب میں اس کا کوئی اشارہ مل جائے اور کسی سے گفتگو کیے بغیر چپ چاپ سو جائیں، اگر خواب میں کوئی سفید یا پیلی یا ہری چیز نظر آئے تو سمجھیں کہ اچھا اشارہ ہے اور اگر کوئی کالی چیز نظر آئے تو یہ سمجھیں کہ اشارہ اچھا نہیں ہے اس سے باز رہیں اور نہ کریں۔

اسلام میں غربت کا علاج

از: علامہ قمرالزماں خان اعظمی

ہمارا بہت بڑا المیہ اور اسلام کی مظلومیت یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو نہ خود سمجھنے کی کوشش کی ہے اور نہ سمجھانے کی ۔ اسلام صرف دعاؤں کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔ لمبی لمبی دعائیں ہیں مگر عمل نہیں، کردار نہیں، جہد مسلسل نہیں، سعیِ پیہم نہیں، مستقبل کے بارے میں کوئی ویژن نہیں، کوئی پروگرام نہیں اور کچھ بھی نہیں۔ جب تک حرکت وعمل نہ پائی جائے اس وقت تک خالی دعائیں کبھی مؤثر نہیں ہوتیں۔ دعا بھی ضرور ہو یہ بے پناہ ضروری ہے بلکہ دعاؤں کے لیے تو باضابطہ حکم دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے قرآن نے کتنے ہی مقامات پر فرمایا: اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا لیکن اس سے زیادہ اس بات کے احکامات ہیں کہ خود بھی عمل کرو، خود بھی کوشش کرو اور اس کے بعد دعا کرو۔ پیغمبر اعظم سے بڑا دعا کرنے والا کون ہوسکتا تھا وہ چاہتے تو مکۂ مکرمہ میں کعبۃ اللہ کی دیواروں کے نیچے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں دعا کرتے۔ جن کی نگاہ اٹھنے سے قبلہ بدل جاتا ہو، کائنات کے اقتدار کا رُخ پھیر دیا جاتا ہو اور امامتِ کبریٰ کا منصب ایک قوم کے سر سے اٹھا کر دوسری قوم کے سر پر رکھ دیا جاتا۔ اگر وہ چاہتے تو اسلام بھی دعاؤں سے پھیل جاتا مگر بدر و حُنین کیوں ، خیبر وخندق کیوں، پتھر باریاں کیوں اور یہ زخمی وجود کیوں؟؟؟ صرف اس لیے کہ آپ صرف دعاؤں پر بھروسا نہ کریں بلکہ میدان زندگی میں کچھ کر کے دکھانے کی صلاحیت ہو۔ مجھے یاد ہے میرے استاد حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آفاقہا گردیدہ ام لیکن ان سے زیادہ بہتر استاد میں نے نہیں دیکھا۔ تفہیم کا جوملکہ انہیں حاصل تھا مجھ جیسا کم علم اگر ان کی بارگاہ میں بڑی کتابیں سمجھ لیتا تھا تو یقینی طور پر یہ ان کی کرامت علمی اور تدریسی مہارت تھی۔ میں نے اپنی قوم کی بڑی شکایت کی کہ حضور! یہ نہیں ہورہا ہے حضور! یہ نہیں ہورہا ہے حضور! یہ نہیں ہورہا ہے تو فرمایا کہ میاں! ہم نے تم کو تیار کر دیا ہے تم کچھ کر کے دکھاؤ صرف شکایتوں سے کیسے کام چلے گا؟

شکوۂ ظلمتِ شب روز کے کرنے والو
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاؤ

آج تاریکی ہے، اندھیرا ہے، غربت نے ڈیرا ڈال رکھا ہے، مسکنت ہے، ذلت ورسوائی ہے۔ ہر مومن اگر ایک شمع جلانے کی کوشش کرے تو واللہ العظیم ایک ارب پچاس کروڑ شمعیں رات کی تاریکی کا پردہ چاک کر دیں گی ۔ لہٰذا شمع جلانے کی کوشش کیجیے، تاریکی کو اُجالے میں بدلنے کی کوشش کیجیے ۔ اگر آپ زمین پر آفتاب نہیں اتار سکتے تو زمین کا چراغ تو روشن کر سکتے ہیں۔

اسلام میں غربت کو دور کرنے کے کیا طریقے بتائے گئے ہیں غربت کا علاج کیا ہے؟ دنیا کی دوسری قوموں نے معاش کا جو تصور پیش کیا ہے اس میں غربت کا Concept کیا ہے؟ جب تک اندھیروں کا تذکرہ نہ ہو اُجالوں کی صحیح شناخت نہیں ہوتی ۔ اَلْاَشْیَآءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا چیزیں اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر بلکہ یہ کہہ لیجیے کہ جس وقت انسان نے تہذیب کی طرف پہلا قدم اٹھایا اس وقت سے لے کر آج تک ہر دور میں معاش ایک بنیادی مسئلہ رہا ہے۔ انسان کی زندگی کا انحصار روٹی روزی پر ہے ۔ یہ اور بات ہے کہ اسلام کے نقطۂ نظر اور دنیا کے نقطۂ نظر میں بنیادی فرق روزِ اوّل سے رہا ہے۔ انبیائے کرام یا اسلام کے ان عظیم افراد کی زندگیاں دیکھیے جنہوں نے اسلام کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اولیائے کرام، مجددین، مفسرین کرام اور ائمہ کرام کی تشریحات آپ دیکھیں تو یہ بات ثابت ہوگی کہ زندگی کھانے کے لیے نہیں، کھانا زندگی کے لیے ہے۔ آج لوگ جیتے اس لیے ہیں تاکہ کھاتے رہیں۔ اسلام کھلاتا اس لیے ہے تاکہ آپ جی سکیں ۔ یہ ایک بنیادی فرق ہے۔

اس فرق کو محسوس کرلیا جائے تو یہ فرق زندگی کے سارے گوشے پہ چھایا ہوا نظر آئے گا۔ معاش کی اہمیت مسلّم ہے۔ اگر اہمیت مسلّم نہ ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن عظیم کی درجنوں نہیں سیکڑوں آیات میں معاش کا، رزق کا ، برستے ہوئے بادلوں کا، سبزہ اُگاتی ہوئی زمینوں کا ، موّاج سمندروں کا اور اس کے اندر پوشیدہ ذخیروں کا تذکرہ نہ فرماتا ۔ یہ سارے تذکرے اس لیے ہیں کہ معاش کی اہمیت ہے مگر ہر تذکرے کا اختتام عبادت الٰہی ہے ۔ ہمارے نزدیک معاش کی حیثیت ثانوی ہے اور

مقصدِ حیات عبادتِ الٰہی ہے۔ یہ بنیادی ہے لیکن اس کی بھی اہمیت ہے۔ آپ سوچیں کہ پتھروں کے دور سے لے کر آج تک انسان غربت دور کرنے کے لیے کوشش کرتا رہا اور اسی کوشش نے انسانوں کو آگے بڑھایا۔ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔اگر طبقاتیت نہ ہوتی تو غربت نہ ہوتی۔اگر بھوک نہ ہوتی تو ایجادات نہ ہوتیں۔سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ رحیم وکریم ہے تو ہر ایک کو سب کچھ کیوں نہیں دے دیتا۔ملحد یہ اعتراض کرتا ہے کہ یہ بھوک کیوں افلاس کیوں مصیبت کیوں بیماریاں کیوں؟؟؟ میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ جب انسان پتھروں کے دور میں بستا تھا اسے اگر روٹی بھی دے دی گئی ہوتی کھانا بھی دے دیا گیا ہوتا تو وہ کبھی بیمار نہ ہوتا کبھی کوئی ضرورت بھی نہ ہوتی۔اس کے پاس ساری سہولتیں ہوتیں تو وہ آج بھی پتھروں کے دور ہی میں رہ رہا ہوتا ایک قدم آگے نہ بڑھاتا۔انسان کی مجبوریوں اور ضرورتوں نے اسے آگے بڑھایا ہے۔روشنی نہیں تھی تو چق ماق جھاڑنے والوں نے بجلی پیدا کر لی، جھونپڑیوں یا پتھروں کے غاروں میں رہنے والوں نے عظیم الشان محل بنائے۔ یہ ضرورت تھی۔ دنیا ضرورت کی بنیاد پر ترقی کر رہی ہے مگر ضرورت اس حد تک نہ بڑھ جائے کہ انسان اپنا سب کچھ بیچنے کے لیے تیار ہو جائے۔اسلام اس غربت کا مخالف ہے۔آیئے ہم دیکھیں کہ دنیا میں کس کس طریقے سے غربت کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔معاش کے کتنے تصورات پیش کیے گئے ہیں اور ان کے مقابلے میں اسلام کیا پیش کر رہا ہے تا کہ آپ اسلام کی اہمیت،عظمت اور آفاقیت کو بھی سمجھ سکیں اور آپ یہ محسوس کر سکیں کہ اس سے بہتر نہ کوئی دین ہے، نہ نظام حیات ہے، نہ کوئی نظام معیشت ہے اور نہ کوئی نظام معاش۔

انسان اُنس سے مشتق ہے وہ ہمیشہ مل جل کے رہنا چاہتا ہے۔ جب پتھروں کے دور سے انسان نے اجتماعی زندگی کا آغاز کیا تو جیسے ہی اس نے مل جل کے رہنا شروع کر دیا اس نے قبائلی زندگی کا روپ دھار لیا۔قبیلے پیدا ہوئے۔قبیلوں کا سربراہ قبیلوں کا بے تاج بادشاہ اور آقا ہوتا تھا اس کی حیثیت سب کچھ ہوتی تھی۔قبیلے کے دوسرے افراد جو اس کے زیر اثر ہوتے تھے غلام ہوتے تھے۔یہ قبائلی غلامی تھی جو دنیا میں رائج تھی اور پھر قبیلے جب منظّم ہوئے تو چھوٹی موٹی حکومتوں کی بنیاد پڑی۔اس کے نتیجے میں بادشاہت نے جنم لیا اور بادشاہوں نے ظلم کی وہ بدترین تصویر دنیا کے سامنے پیش کی کہ جس کے وجود سے انسان آج بھی لرزتا ہوا نظر آتا ہے۔اہرام مصر آپ کے سامنے ہیں دنیا کی بڑی بڑی عمارتیں سامنے ہیں جو انسانوں کی لاشوں پہ تعمیر کی گئی ہیں۔مزدور محنت کرتا تھا اور بادشاہ اپنے ذخیرے کو مزدوروں کی محنتوں سے بھر لیتا تھا۔بادشاہت کا دور گزر گیا،تخت الٹنے لگے،حکومتیں گرنے لگیں،تاج زمینوں پہ گرائے گئے اور آنکھوں میں سلائیاں پھیری گئیں۔

ایک ایسا دور آیا کہ دنیا میں بادشاہت سے ہٹ کر کے جمہوریت کا نعرہ لگایا گیا اور آج دنیا کے بیشتر ملکوں میں اس طرز عمل کو اختیار کیا جا رہا ہے لیکن کیا جمہوریت نے غربت کے مسائل کو حل کر دیا؟ ابراہم لنکن سے لے کر آج تک کیا فاقہ ختم ہو گیا؟ پہلے افراد بھوکے ہوتے تھے آج قومیں بھوکی ہوتی ہیں۔پہلے علاقے بھوکے ہوتے تھے آج پورا براعظم بھوکا ہے۔آج پوری دنیا میں دو طبقے ہیں ایک آسودہ دنیا اور ایک بھوک سے مرنے والی دنیا اس کے علاوہ تیسری کوئی دنیا نہیں ہے۔بھوک بڑھتی جا رہی ہے۔''عوام کی حکومت عوام کے لیے عوام کے ذریعے'' کا نعرہ لگانے والے کیا افریقہ سے بھوک کا علاج کر چکے ہیں؟ کیا کینیا میں بھوک مٹ گئی ہے؟ کیا صومالیہ میں بھوک کا خاتمہ ہو گیا ہے؟ کیا ہندوستان کے غریب علاقوں سے بھوک ختم ہو چکی ہے؟ کیا آج بیٹیاں بیچی نہیں جا رہی ہیں؟ کیا آج بھی حمل نہیں گرایا جا رہا ہے؟ کیا آج بھی خودکشی نہیں ہو رہی ہے؟ کیا آج بھی انسان دم نہیں توڑ رہا ہے؟ کیا آج بھی بیواؤں کی آہیں خدا کی بارگاہ میں نہیں پہنچ رہی ہیں؟ کیا آج بھی مجبوروں کے نالے باب اجابت کو نہیں کھٹکھٹا رہے ہیں؟ اگر آج بھی انسان جبر مسلسل میں بس رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ تین سو سال سے جمہوریت کا نعرہ لگانے والی قوم بھوک کا علاج نہیں کر سکی ہے بلکہ بھوک بڑھتی جا رہی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام کی حکومت کا دعویٰ کرنے والے عوام کے درد سے آشنا نہیں ہیں۔وہ عوام جیسی زندگی نہیں گزار سکتے،عوام میں بیٹھ نہیں سکتے،عوام میں رہ نہیں سکتے،عوام کے دروازے ان کے آہنی قفل کے اندر بند ہیں۔عوام سر پٹختے رہ جاتی ہے مگر ان کی آواز دروازے تک نہیں پہنچتی وہ اپنی تجوریاں بھرنے میں لگے رہتے ہیں۔پہلے ایک بادشاہ تجوری بھرتا تھا اور آج جمہوری دور میں ہر صاحب اقتدار اپنی تجوری بھر رہا ہے۔ہندوستان کے موجودہ حالات اور دنیا کے حالات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔تجوریاں بھر رہی ہیں،عوام کی بھوک بڑھ رہی ہے،عوام کا اضطراب بڑھ رہا ہے،عوام کی مصیبت بڑھ رہی ہے، عصمتیں بک رہی ہیں، آبروئیں لٹ رہی ہیں، جنازے اٹھ رہے ہیں اور ارباب اقتدار خاموش ہیں۔یہ اس کی ایک وجہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جمہوریت میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ جمہوریت میں اکثریت کے فیصلے کو اقلیتوں پر مسلط کیا جاتا ہے۔ جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا

نہیں کرتے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس ملک میں کوئی اقلیت بس رہی ہوتی ہے اس کی کوئی بھی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔ فیصلہ اکثریت کے ہاتھ میں ہوتا ہے، فیصلہ ووٹ کی بنیاد پر ہوتا ہے، فیصلہ پارلیمنٹ کے ممبر کرتے ہیں اور پھر وہ اتنے باشعور نہیں ہوتے کہ غریبوں کے درد، ان کی مجبوری کو محسوس کرسکیں۔ دنیا میں ہر جگہ یہ حال ہے یہ صرف ہمارے ملک کی بات نہیں ہے۔مغربی ملکوں میں بھی اقلیتوں کا وہی حال ہے کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسا نظام ہوتا جو اکثریت کو پابند کرتا کہ اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ کرو تو وہ یقیناً کرتے۔ ہر ملک کا اپنا ایک قانون ضرور ہے مگر اس قانون میں تبدیلی بھی اکثریت کی بنیاد پر کردی جاتی ہے جیسے ضرورت ہوئی ویسے تبدیلی کرلی۔محض وہ قرآن عظیم ہے جو جمہوری نظام کو یہ آئین دیتا ہے کہ تم قرآن کے بتائے ہوئے دائرے سے باہر نہیں جاسکتے۔ فیصلہ ضرور کرو مگر قرآن کے اندر تمہیں کرنا پڑے گا۔دنیا کی جمہوریتیں عوام کو اقتدار اعلیٰ مانتی ہیں مگر اسلام خدا کو مانتا ہے۔اگر قرآن نے اقلیتوں، کمزوروں، بھوکوں اور مجبوروں کو حق دے دیا ہے تو دنیا کی کوئی طاقت ان سے یہ حق نہیں چھین سکتی یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اگر کوئی بھوک کا علاج کرسکتا ہے تو صرف اسلام کرسکتا ہے۔اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی مذہب، دنیا کی کوئی قوم اور دنیا کا کوئی نظام یہ علاج نہیں کرسکتا۔

اشتراکیت ہو جمہوریت ہو یا پھر بادشاہت وہ اسلام کے مقدس نظام کے برابر نہیں ہوسکتی۔ دنیا میں بادشاہت کے بعد مختلف نظامہائے باطل آئے جمہوریت آئی اشتراکیت آئی۔اشتراکیت کے اثرات مصر میں دیکھے گئے، لیبیا میں دیکھے گئے اور دوسرے مقامات پر دیکھے گئے اور خود رُوس جو اشتراکیت کا مرکز تھا کارل مارکس، اسٹالن اور لینن کے نظریات کا مرکز تھا وہاں ایک نئے نظام کو متعارف کرایا گیا کہ انسان حق ملکیت نہیں رکھتا۔اسی کو اشتراکیت اور کمیونزم کہتے ہیں کہ ہر کام کرنے والا حکومت میں اشتراک تو رکھتا ہے مگر اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے سب کچھ حکومت کا ہے۔ وہ کام کرے گا اسے مزدوری ملے گی۔اس کا بیٹا بھی اس کا نہیں ہے اس کا باپ بھی اس کا نہیں ہے اس کی بیوی بھی اس کی نہیں ہے اور اس کی بہن بھی اس کی نہیں ہے۔اشتراکیت نے رشتوں کے احترام کو ختم کیا ،مذہب کے احترام کو ختم کیا اور روحانیت کی قدروں کو مٹادیا۔

اشتراکیت چھا گئی دنیا لرز اٹھی۔دنیا سوچ رہی تھی کہ اب یورپ بھی اشتراکیت کے دامن میں آچکا ہے۔آدھا مشرقی یورپ اشتراکیت کے سامنے سرخمیدہ ہو چکا ہے یقیناً یہ دنیا کا نظام بن کے رہے گا مگر جس گیہوں کی بالی کو انہوں نے اپنا طرۂ امتیاز اور نشان بنایا تھا اسی گندم کے ایک ایک دانے کے لیے وہ امریکہ کے سامنے جھکنے پہ مجبور ہوگئے۔یہ سب کچھ صرف ساٹھ ستر سال کے اندر ہوگیا۔اشتراکیت کو قائم کرنے کے لیے لینن اور اسٹالن نے لاکھوں لاشیں گرائیں بیس ملین افراد مارے گئے اور انہیں سائبیریا کے وحشت زدہ علاقوں میں دم توڑنے کے لیے اتار دیا گیا۔مزدوروں کے حق چھینے گئے، ان کے گھر نیلام کیے گئے اور ان کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کیا گیا۔ارباب اقتدار کو تباہ کیا گیا لیکن جس اسٹالن اور لینن نے تمام بادشاہتوں کے نظام کو مٹایا تھا لوگ آج کے دور کی طرح سے ان سے انتقام تو نہیں لے سکے مگر لینن کا مجسمہ گرادیا گیا اسٹالن کا مجسمہ قدموں کے نیچے روندا گیا۔ ان کے نظریات باطل ہوگئے۔اگر آج وہ زندہ ہوتے تو میں ان سے پوچھتا کہ تم نے روٹی اور پیٹ کے نظریے پر معاش کے نظریے کی بنیاد پر جو کروڑوں انسانوں کو ختم کیا تھا ان کے خون کا حساب کون دے گا؟ کون ہے جو بتائے گا کہ تمہارا نظریہ غلط تھا؟ وہ تو باطل ہو چکا ہے اس کا مشاہدہ دنیا کے سامنے ہے۔ اشتراکیت کا یہ حال ہوا۔جمہوریت کا حال دنیا کے سامنے ہے۔ارباب اقتدار نے جمہوریت کو باضابطہ نظام کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا اور آج بھی جہاں جمہوریت نہیں ہے وہاں جمہوریت کو لے جانے کے لیے وہ سب کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن اس کے باوجود کیا ان کی جمہوریت نے دنیا کو کچھ دیا ہے؟ خاص طور سے معاش کے اعتبار سے۔ ہم یہ ضرور دیکھتے ہیں کہ دنیا کو فاقے میں مبتلا کرکے، مصنوعی جنگیں چھیڑ کرکے افریقہ اور دوسرے علاقوں میں اسلحے بیچ کرکے اور ان کی زمینوں کو بنجر بنا کرکے ان کا ایمان اور ضمیر خریدنے کے لیے، انہیں مجبور و بیکس کرنے کے لیے خیرات کے طور پہ کچھ پیسے اور غلہ لے کے پہنچ جاتے ہیں اور ان کی بے کسی کا سودا کرتے ہیں ان سے جنگ کرواتے ہیں۔آج افریقہ کیوں بھوکا ہے؟ اس لیے کہ افریقہ کو بڑی طاقتوں نے جنگ کی آگ میں جھونکا ہے اور دنیا کی دوسری قوموں کو بھی اسی میں جھونک دینا چاہتے ہیں۔وہ اسی لیے بھوکا ہے ورنہ اس کی زمین تو بڑی زرخیز زمین تھی اس کی زمین تو سونے اور جواہرات کی زمین تھی وہ زمین تو غلے اور پیداوار کی تھی مگر آج بھوک نے اس وجہ سے ڈیرا ڈال رکھا ہے کہ ارباب اقتدار نے اپنی سیاسی مصلحتوں کی بنیاد پر انہیں جنگ اور خوف میں مبتلا کررکھا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنی زمینوں کو بنجر ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں مگر کچھ بھی نہیں کرسکتے۔خیرات کے نام پر دی جانے والی امداد کی بنیاد پر آج بڑی طاقتیں چھوٹی طاقتوں پہ حکومت کررہی ہیں اور چھوٹی طاقتیں ان کے

سامنے بے بس ہیں۔ وہ کچھ بھی نہیں کرسکتی ہیں ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے کہ وہ کرسکیں۔ وہ اپنے معاشی آقاؤں کی ساری خواہشیں پوری کرنے کے لیے تیار ہیں۔ان کے احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ ورلڈ بینک کے ذریعے قرضے ان بدترین شرائط پہ دیے جاتے ہیں کہ کوئی باغیرت قوم اسے قبول نہیں کرسکتی مگر کسی غریب شخص یا کسی بھوکی قوم کی غیرت کہاں ہوتی ہے؟ غیرت کا سودا سب سے پہلے کیا جاتا ہے پھر بے غیرتی مجبور کردیتی ہے کہ ساری شرائط کو مانا جائے اور سب کو تسلیم کرلیا جائے۔

یہ دنیا کے نظام کا ایک سرسری جائزہ ہے اس پر بہت تفصیلی گفتگو ہوسکتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے بڑی طاقتوں کے اشارۂ ابرو پر بیالیس بیالیس، تمیں تمیں سال تک اپنی قوم کو غلام بنائے رکھا اپنی قوم کو مجبوریوں میں مبتلا رکھا اور خود دنیا کے بڑے بڑے ملکوں میں سرمایہ اور کئی کئی سوسومن سونا منتقل کرتے رہے مگر غریب بھوکا رہا، مجبور رہا، بے کس رہا وہ آواز نہیں بلند کرسکتا تھا لیکن ایک نئی تکنیک، ایک نئی ایجاد، انٹرنیٹ کی ایجاد، ایس ایم ایس کی ایجاد نے ان لوگوں کو زبان دے دی جو سڑکوں پر زبان نہیں کھول سکتے تھے جو احتجاج نہیں کرسکتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ ماڈرن طریقۂ ابلاغ نے ان کے تختوں کو گرا دیا۔ کاش وہاں بھی وہ اپنی حکومتیں قائم کرسکتے۔ خوف یہی ہے کہ جن لوگوں نے تعاون کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پھر ان کے قبضے میں آجائیں۔ ابھی ایک کا اقتدار ختم ہورہا ہے کل درجنوں افراد ان پہ قابض ہوجائیں اور ان کی بے بسی اور بڑھ جائے، کم نہ ہونے پائے۔ دنیا میں معاش کی بنیاد پر جو انقلابات آرہے ہیں یہ دراصل ان کی مجبوری کی بنیاد پر آرہے ہیں۔ جہاں انسان اور انسانیت کے تقاضے پورے نہیں ہورہے ہیں جہاں طبقاتیت موجود ہے جہاں غریبی اور امیری بڑھتی جارہی ہے جہاں ارباب اقتدار اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں اور غریبوں کے گھر میں فاقے ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں لوگ وہیں بغاوت پہ آمادہ ہیں۔ صرف تیسری دنیا میں نہیں اب تو یورپ میں بھی بغاوت ہورہی ہے امریکہ میں بھی ہورہی ہے۔ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ وہاں بھی سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف عوام اٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ دنیا میں باضابطہ بغاوتیں پیدا کرنے والے اب اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان ہیں کہ کل ان کا کیا ہوگا۔ یہ پوری دنیا کا حال ہے۔ بھوکا انسان بغاوت پہ مجبور ہے اس لیے کہ بھوک یہ سب کچھ کرواتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ غربت کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔ غربت سب سے پہلے عزت نفس کا سودا کرتی ہے۔ جو غریب ہوتا ہے اس کی کوئی اپنی خودداری نہیں ہوتی، اپنی عزت نفس نہیں ہوتی، اپنا کوئی وقار نہیں ہوتا اور اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ غربت انسان کو جسم بیچنے پر مجبور کرتی ہے، غریب اپنا گُردا بیچتا ہے اور غریب عورتیں اپنی عصمت بیچتی ہیں۔ دنیا بھر کے قہوہ خانے، دنیا بھر کے روشن باغات، دنیا بھر کے ریڈ لائٹس ایریا اور دنیا بھر کے بازارِ حُسن ان مجبور عورتوں کی عصمتوں پر قائم ہیں جن کے پاس کھانا نہیں ہے۔ اگر غربت و مجبوری نہ ہوتی بھوک نہ ہوتی بے کسی نہ ہوتی تو کوئی بھی باغیرت عورت اپنی عزت بیچنے پہ مجبور نہ ہوتی اپنا سب کچھ قربان نہ کرتی۔ کوئی بھی ماں اپنے بچے کو فروخت نہ کرتی پیٹ میں حمل رکھنے والی کوئی بھی ماں اپنے بچے کو ڈاکٹر سے گرانے کا مطالبہ نہ کرتی۔ یہ غربت ہی ہے جو سب کچھ کروا رہی ہے۔ غربت معاشرے کا بھیانک رخ ہے۔ جس قوم میں غربت پیدا ہوتی ہے وہ قوم غلام بنالی جاتی ہے۔ غریب کا ایمان نہیں رہ جاتا وہ اپنے ایمان کا سودا کرنے لگتا ہے۔ اللہ کے رسول تاجدار دوعالم سرور کائنات محمد رسول اللہ ارواحنا فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا قریب ہے کہ غریبی کفر بن جائے۔ غریبی کفر اور انکار خدا تک لے جاتی ہے۔ غریبی ایمان بیچتی ہے ضمیر بیچتی ہے اولاد بیچتی ہے جسم بیچتی ہے آبرو بیچتی ہے عزت بیچتی ہے ماحول بیچتی ہے معاشرہ بیچتی ہے تہذیب بیچتی ہے تمدن بیچتی ہے۔ غریب سب کچھ بیچ دیتا ہے اس کے پاس کچھ نہیں رہ جاتا۔ غریبی سب سے بڑی لعنت ہے اسی لیے میرے آقا دعا فرمایا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْفَقْرِ وَالذِّلَّةِ اے اللہ میں تجھ سے غربت اور ذلت سے پناہ مانگتا ہوں۔ کبھی یہ فرماتے: اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِیْ مِسْكِيْنًا اے اللہ مجھے مسکین رکھ۔ کبھی یہ فرماتے: اے اللہ مجھے غربت، فقر اور ذلت سے بچا۔ پتا چلا وہ مسکینی جو باعزت مسکینی ہو اللہ کی رحمت ہے اور وہ غربت جو بے غیرت غربت ہو اللہ کا سب سے بڑا عذاب ہے۔

غربت کی بنیاد پر جو دوسری خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ غریب اقوام سرمایہ دار اقوام کی خوشامد کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سرمایہ داروں کے سامنے ذلیل ہوجاتے ہیں۔ کتوں کی طرح ان کی چوکھٹ پہ جھکے ہوئے نظر آتے ہیں اور سرمایہ دار چند ٹکڑے دے کر ان سے اپنے مرضی کا کام لیتا ہے۔ غربت کی بنیاد پر معاشرے میں انسان کی عزت گر جاتی ہے رشتے دار ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ماحول ساتھ چھوڑ دیتا ہے لوگ اسے پوچھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ غربت کی بنیاد پر انسان کا دین بھی جاتا ہے اور ایمان بھی۔ غربت جہالت کی آئینہ دار ہے۔ جو قوم غریب ہوتی ہے وہ میدانِ زندگی میں ترقی نہیں کرسکتی اپنے بچوں کو پڑھا نہیں سکتی اپنے

بچوں کو آگے نہیں بڑھا سکتی۔ یہ غربت کے منفی پہلو ہیں اور اس کے علاوہ ہزاروں ایسے خطرناک پہلو ہیں کہ غریب باغی، غدار، قاتل اور ڈاکو بن جاتا ہے۔ اقبال نے یہ نعرہ لگایا تھا۔

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روٹی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

اقبال نے یہ بھی کہا کہ اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو، کاخِ امرا کے در و دیوار ہلا دو۔ کاخِ امرا کے در و دیوار ہلائے گئے تو کیا غربت ختم ہوگئی؟۔ بغاوت اور ظلم سے کبھی بھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اگر آپ غریبوں کو اس بات پہ آمادہ کریں کہ وہ سرمایہ داروں کی جھوپڑیاں جلا دیں تو جھوپڑیاں جل جائیں گی مگر غریب کا اپنا کاشانہ تعمیر نہ ہوگا۔ غریب کا اپنا گھر کبھی نہیں سنبھل سکتا۔ یہ بڑی منفی فکر ہے کہ غریبوں کو گھر اور کھیتیاں جلانے پہ آمادہ کیا جائے سب کچھ برباد کرنے پہ آمادہ کیا جائے۔ غریب جب مجبور ہوتا ہے تو یہ سب کرتا ہے۔ غربت کے پیٹ سے حکومت کے خلاف بغاوت جنم لیتی ہے۔ شکاگو کی سرزمین پر مزدوروں نے انقلاب برپا کیا اور اس کے بعد جتنا قتل عام ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ دنیا مزدوروں کے حقوق آج بھی دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ غریب نظریاتی طور پر باغی ہوجاتا ہے، قاتل ہوجاتا ہے، ڈاکو ہوجاتا ہے، جھوٹ بولتا ہے ،فریب کرتا ہے، ایمان بیچتا ہے، ذلت اختیار کرتا ہے، غیرت کا سودا کرتا ہے، بےعلم ہوجاتا ہے، جاہل ہوجاتا ہے، اس لیے اسلام غربت کو پسند نہیں کرتا بلکہ غربت کے خاتمے کے لیے ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ اگر آج بھی اسلام نافذ ہوجائے تو دنیا سے غریبی کا خاتمہ ہوجائے گا۔

کیا اللہ آپ کو واقعی غریب رکھنا چاہتا ہے؟ پورا قرآن عظیم پڑھ ڈالیے۔ **الحمد لله رب العالمین** تمام تعریف اس رب کے لیے جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے۔ جو اللہ اپنا تعارف اپنی کتاب کے پہلے جملے میں **رب العالمین** کے ذریعے سے کرا رہا ہو وہ معبود آپ کو بھوکا نہیں دیکھ سکتا۔ وہ نہیں چاہتا کہ آپ مجبور رہیں۔ جس معبود برحق نے **الله ربی لاشریک له** کا کلمہ ہم کو دیا ہے اس کی مشیت کے خلاف ہے کہ انسان بھوکا رہے۔ جس رب نے یہ فرمایا ہے: **وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا** (سورۂ ہود آیت ۲) زمین میں کوئی ایسا جاندار نہیں جس کی روزی اللہ نے اپنے ذمۂ قدرت پہ نہ لے لی ہو۔ وہ ہر جاندار کو روزی دینے والا ہے۔ مجھے بتاؤ کہ جب وہ ہر جاندار کو روزی دینے والا ہے تو انسان جانداروں میں شامل ہے یا نہیں۔ آپ مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ جانور کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو پیدا ہوتے ہی کھڑا ہوجاتا ہے۔ انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت تک وہ قدرت کے سہارے ہوتا ہے، جب تک اس کی عقل کام نہیں کرتی، جب تک اس کے دست و بازو کام نہیں کرتے، جب تک اس کا اختیار کام نہیں کرتا، جب تک وہ اپنے پاور سے کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس وقت تک قدرت اسے سہارا دیتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں ہے تو بغیر منہ کے روزی پہنچا رہا ہے بغیر ہوا کے سانس لینے کی صلاحیت دے رہا ہے۔

بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں کے پستانوں میں دودھ پہلے سے موجود ہوتا ہے اور بچے کو اپنی خوراک کے مرکز اور منفذ کا علم ہوتا ہے۔ بچہ شعور نہیں رکھتا مگر جانتا ہے اس کی خوراک کہاں ہے۔ جب تک وہ خود کھانے کے قابل نہیں ہوتا ماں کے پستانوں سے اسے غذا فراہم کی جاتی ہے۔ پھر بھی بچہ انسان کا بچہ ہے اس لیے اسے شعور کی آنکھ کھولنے میں بہت سا وقت لگتا ہے۔ دریا کی مچھلیاں دیکھیں جیسے ہی انڈوں سے باہر آتی ہیں سطح آب پر تیرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جنگل کے جانور ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی اپنی غذا کو پہچانتے ہیں۔ وہ رب العالمین ہے جو دریا کی مچھلیوں کو روزی دیتا ہے، فضا کے پرندوں کو روزی دیتا ہے، جنگل کے جانوروں کو روزی دیتا ہے، زمین کے کیڑوں کو روزی دیتا ہے۔

حضرت شفیق بلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابراہیم ادہم کے معاصر تھے، ان کی بہت بڑی تجارت تھی۔ وہ جناب ابراہیم ادہم کے پاس پہنچے اور کہا کہ حضور! میں تجارت پہ جا رہا ہوں لمبا سفر ہے پتا نہیں کب واپس آؤں آئیے ہم ایک دوسرے کو رخصت کر دیں۔ آنسوؤں کے ماحول میں ابراہیم بن ادہم نے انہیں رخصت کیا۔ اس کے بعد شفیق بلخی چار روز کے بعد واپس آ گئے۔ ابراہیم بن ادہم نے کہا: میاں شفیق! تم تو بہت لمبے زمانے کے لیے گئے تھے کیسے آ گئے ہو؟ کہا: حضور! تجارت نہیں کروں گا۔ کہا: کیا ہو گیا، تجارت چھوڑ رہے ہو؟۔ کہا: حضور! میں نے صحرا میں ایک منظر دیکھا کہ ایک پرندہ کہ جس کے بال و پر ٹوٹے ہوئے تھے جو بیمار اور معذور تھا ایک دوسرا پرندہ اپنے منہ میں دانہ لے کر آتا تھا اور اسے کھلاتا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب ایک معذور پرندے کو اللہ روزی دے رہا ہے تو مجھے کیوں نہیں دے گا اس لے میں وہاں سے واپس آ گیا ہوں ۔ اس وقت ابراہیم ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت تاریخی جملہ کہا تھا کہ تم معذور پرندہ بننا چاہتے ہو یا روزی دینے والا پرندہ؟ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ کوشش کرو کہ معذور پرندہ نہ بنو بلکہ دوسروں کو کھلانے والا پرندہ بنو۔ شفیق بلخی اٹھے اور اسی وقت روانہ ہو گئے۔ میں تم سے بھی کہتا ہوں کہ معذور پرندہ نہ بنو دوسروں کو کھلانے والا پرندہ بنو دوسروں کو روزی دینے والے

انسان بنو۔ میرے آقا نے فرمایا تھا اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔ بلند ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ تم نے عہد رسالت سے لے کر پندرہویں صدی تک اپنا ہاتھ بلند ہی رکھا تھا۔ تمہارے دروازے پہ لوگ پہنچتے تھے تم خود کسی کے دروازے پہ نہیں گئے تھے۔ تم نے خود کبھی سوال نہیں کیا تھا۔ آج یہ ہاتھ جھک کیوں گیا ہے۔ یہ سوچنا ہوگا کہ آج تم پر فقر اور غربت مسلط کیوں ہوگئی ہے۔ ہمیں اس کا حل تلاش کرنا ہوگا۔

اسلام نے غربت کا علاج سعیِ مسلسل اور جہد مسلسل پہ رکھا ہے کوشش اور محنت پہ رکھا ہے۔ اسلام میں وہ انسان سب سے بڑا مجرم ہے جو صلاحیت تو رکھتا ہے مگر اسے استعمال نہیں کرتا۔ کم صلاحیت والا بے حس انسان کبھی دنیا میں ترقی نہیں کرسکتا۔ ہر انسان کے اندر لاتعداد خفتہ صلاحیتیں ہوتی ہیں۔

اپنی ہستی کا اگر حسن نمایاں ہو جائے
آدمی کثرت انوار سے حیراں ہو جائے
اے نمک پاش تیرے حسن ملاحت کی قسم
ایسا کردے کہ ہر ایک زخم نمک داں ہو جائے

آپ کے اندر جو پوشیدہ صلاحیتیں ہیں اگر انہیں استعمال کریں تو نہ صرف یہ کہ ہم اپنی غربت بلکہ دنیا بھر کی غربت دور کریں گے اور یہ اسی وقت ہوگا جب آپ فکر وشعور سے کام لیں۔ اسلام کا مطالعہ کریں سعیِ مسلسل اور جہد پیہم سے کام لیں۔ ہمیں وہ سارے ذرائعِ معاش اختیار کرنے ہوں گے جو قرآن اور رسول نے عطا فرمائے ہیں۔ سب سے پہلا ذریعۂ معاش کھیتی باڑی ہے۔ اگر آپ کسان ہیں تو یاد رکھیے کہ حضرت آدم نے دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے کھیتی باڑی کی ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے سفر میں کھیتی باڑی دیکھی تھی۔ ہر گندم صبح کو پیدا ہوجاتی اور شام کو تیار ہوجاتی تھی۔ جناب آدم سے لے کر آج تک زراعت روزی کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آج کے غاصبانہ دور ظلمت نے کاشتکاروں کو حق نہیں دیا ہے۔ عالم یہ ہے کہ جو پوری دنیا کو کھلا رہا ہے خود اس کے گھر میں فاقہ ہوتا ہے۔ اگر کاشت کار اپنی حیثیت پہچان لے تو بڑا عظیم ہوسکتا ہے۔ آپ اللہ کی رحمت کے سہارے ایک دانہ زمین میں ڈالتے ہیں اور گھر چلے آتے ہیں۔ زمین کا نمک جو بڑے بڑے فرعونوں کو کھا جاتا ہے وہ اللہ کی ربوبیت کے سہارے دانے کو نہیں کھا پاتا بلکہ آپ دیکھتے ہیں کہ کچھ دنوں کے بعد اس دانے سے ننھی سی کونپل نمودار ہوتی ہے وہ اتنی نازک ہوتی ہے کہ بار شبنم برداشت نہیں کرسکتی اور اتنی توانا ہوتی ہے کہ زمین کا سینہ چیر کے باہر آتی ہے۔ لطافت اور طاقت کا یہ حسین امتزاج قدرت کی ربوبیت کا عظیم شاہکار ہے۔

دانہ جیسے ہی کونپل کی شکل میں زمین سے سر اٹھاتا ہے پورا نظام فطرت اس کی پرورش میں لگ جاتا ہے۔ سورج اسے دودھ پلاتا ہے، بارش اسے غسل کراتی ہے، شبنم اسے وضو کراتی ہے، نسیم سحری اسے جھولا جھلاتی ہے اور سپیدۂ سحر اسے خوش خبریاں دیتا ہے، نغموں کی نوید دیتا ہے اور بلبلیں آکر کے چہچہاتی ہیں۔ اسی طرح پورا نظام فطرت اس کی پرورش میں لگا رہتا ہے۔ یہ تنہا دانہ کہیں چل کے جا نہیں سکتا تھا اس لیے اللہ نے اس کی مجبوری کو اختیار میں تبدیل کردیا۔ سورج وہیں پہنچ رہا ہے، ہوا وہیں پہنچ رہی ہے، بارش وہیں پہنچ رہی ہے، زمین کی خوراک بھی وہیں پہنچ رہی ہے اور نسیم سحری اسے جھولا جھلا رہی ہے۔ یہ ایک دانے کی پرورش ہے۔ جب وہ دانہ سر اٹھاتا ہے تو اس میں طرح طرح کے پھول نکلتے ہیں۔ مٹی ایک، پانی ایک، ہوا ایک، زمین ایک مگر پھول طرح طرح کے ہیں۔ ایک طرح کے میٹریل سے اتنے رنگ کیسے پیدا کردیے گئے؟ کبھی آپ نے اس پہ غور کیا؟ جو ایک دانہ آپ نے زمین میں رکھا تھا اس کی ہر شاخ پر ہزاروں دانے موجود ہیں۔ قرآن عظیم نے اس کی مثال دی ہے کہ تم ایک دانہ رکھو گے اس سے سات بالیاں ہوگی اور ہر سات بالی میں کم از کم سو دانے ہوں گے اور اللہ جتنا چاہے اسے بڑھادے۔ پتہ چلا جو دانہ تم بوتے ہو جو کاشت کرتے ہو جو سرمایہ خرچ کرتے ہو تو تمہارا حق ہے کہ تم زمین سے سات سو گنا حاصل کرو۔ گویا قرآن آپ کو انکریج (تحریک) کررہا ہے کھیتی باڑی کے لیے کہ کم از کم سات سو گنا حاصل کرو۔ تم نے ایک کلو لگایا ہے سات سو کلو حاصل کرو اور جتنا چاہو بڑھاتے چلے جاؤ۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھو کہ قرآن عظیم نے کتنے ہی مقامات پر زراعت کا بڑا حسین منظر پیش کیا۔ سورۂ کہف میں ایک کاشت کار کا تذکرہ ہے۔ اس کاشت کار کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ اس کے دو باغات تھے اور باغات کا یہ عالم تھا کہ بیچ میں اس نے انگور کی بیلیں لگا رکھی تھیں اور جو جگہیں خالی تھیں اس میں دوسرے غلے اُگا رہا تھا۔ میڑھوں کے اوپر اس نے کھجوروں کے درخت لگا رکھے تھے اور اس کے اندر اس نے دو نہریں جاری کررکھی تھیں اس وجہ سے وہ بڑا مغرور ہوگیا تھا وہ یہ کہتا تھا کہ یہ ہمیشہ باقی رہے گا کبھی ختم نہیں ہوگا اور میں آخرت کو نہیں مانتا اور اگر آخرت میں دوبارہ اٹھایا گیا تو اس سے بہتر میری زندگی ہوگی اس لیے کہ میرے اللہ نے مجھے دیا ہے۔ وہ آدمی اللہ کا شکر نہیں کرتا تھا انشاء اللہ نہیں کہتا تھا۔ اس کا غریب پڑوسی سمجھاتا رہا کہ خدا کے واسطے اللہ

کی قدرت اوراس کے فضل پہ یقین رکھو یہ سب کچھ فضل الٰہی ہے مگر وہ نہیں مانتا تھا۔نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی تمام بیلیں زمین پہ گری ہوئی نظر آئیں، آگ لگ گئی اوراس کا سب کچھ ختم ہوگیا۔تب اس نے کہا کہ کاش میں اپنے رب کی رحمت کو مان لیتا میں اس کی بارگاہ میں جھکا ہوا ہوتا۔

اس واقعے میں ہزاروں نصیحتیں پوشیدہ ہیں ایک تو کاشتکاری میں کم زمین کے اندر زیادہ سے زیادہ پیدا کرنا کہ تم میڑھ کو یوں ہی نہ چھوڑ دو۔ کھجوراور آم کے درخت لگا دو تاکہ تمہاری میڑھ بھی پیداوار میں اضافہ کرے۔اگر تم نے درخت لگائے ہیں تو خالی زمینوں کو بھی کاشت کے قابل بنا دو اور اگر بیچ سے نہریں جاری کر سکتے ہو تو نہریں جاری کردو۔ پیغمبر صحرا پہ قرآن کیوں نازل ہوا؟ اس میں یہ تشبیہات کہاں سے آئیں۔وہ صحرا کے پیغمبر تھے صحرا میں پیدا ہوئے تھے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ اس رب العالمین کا کلام ہے جو تمہیں زمین سے پیداوار کی استعداد عطا فرما رہا ہے۔وہ یہ کہہ رہا ہے کہ زمین سے اپنی غذا حاصل کرو۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا :اِلْتَمِسُوْا الرِّزْقَ مِنْ خَبَايَا الاَرْضِ تم اپنی روزی زمین کے تہوں میں تلاش کرو۔زمین کی جڑوں سے مراد وہ حصے بھی ہیں جہاں خزانے، سونے اور جواہر پوشیدہ ہیں جہاں کوئلے کی کانیں اور لوہا وغیرہ سب کچھ پوشیدہ ہے۔اللہ کے رسول تاجدار دو عالم سرور کائنات فرماتے ہیں کہ ایک کسان اگر زمین پر بیج ڈالتا ہے اوراس کی بیج سے اس کی کھیتی سے کوئی پرندہ، کوئی جانوراور کوئی انسان کھاتا ہے جتنی اس کی روزی جاتی ہے اتنا صدقے میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسلامی نظام حیات کو آج کے دور میں سمجھنا زیادہ آسان بھی ہے اور زیادہ مشکل بھی۔ہر تحریک اور ہر انسانی فکر کی ایک انتہا ہوتی ہے۔آج دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے۔سرمائے کا سب سے بڑا مرکز آج کے دور میں امریکہ میں قائم کیا گیا تھا لیکن اب سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف وہاں سے ایک تحریک اٹھی ہے۔ایک دن میں دنیا کے پینتیس ملکوں سے زیادہ اور کم وبیش ڈیڑھ سو سے زیادہ شہروں میں امریکی اور مغربی نظام کے خلاف تحریک اٹھ گئی ہے۔یقینی طور پر جہانِ نو پیدا ہو رہا ہے، جہانِ پیر مر رہا ہے۔یہ تحریک تو اٹھالی گئی ہے وہ جلوس تو نکال رہے ہیں لیکن ان کے سامنے کوئی منزل اور کوئی معاشی نظام نہیں ہے۔اگر سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت، بوضر بائیت اور ماضی میں چرچ کے اقتدار کو سامنے رکھ کر کے اسلامی نظام کا مطالعہ کیا جاتا تو آج دنیا یہ کہتی کہ بلاشبہ یہ وہی شئی ہے جس سے جگر کی آگ بجھ سکتی ہے۔

لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم نے دین جو ایک مکمل نظام حیات، مکمل نظام معیشت، مکمل نظام معاش، مکمل نظام اخلاق، مکمل نظام زندگی اور آئین حیات ہے، کو چند باتوں میں محدود کر رکھا ہے جس کے نتیجے میں آج کا مسلمان مغربی نظام کی سرمایہ داری میں اسلام کی مساویانہ تقسیم اوراس کی سرمایہ داری کا نظام پیش نہیں کر پا رہا ہے۔دوسو سال کے اندر اندر بہت سے نظامہائے باطل ٹوٹے اور بکھرے ہیں۔آپ نے ان لوگوں کو بھی دیکھ لیا ہے کہ جن کے لبوں پہ فرعون کی طرح اَنَا رَبُّكُمُ الاعْلٰی تھا جو اپنے اقتدار کے نشے میں یہ سمجھتے تھے کہ ان کا اقتدار کبھی زائل نہیں ہوگا آج وہ سرخمیدہ اور شکست وریخت سے دوچار ہیں۔دنیا بھیڑ چال کی طرح احتجاج تو کر رہی ہے مگر اس کے پاس کوئی ایسا ضابطہ نہیں ہے جو سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت کے مقابلے میں پیش کر سکے۔

اسلام نے محنت پر زور دیا ہے اور بہت واضح طور پہ ارشاد فرمایا ہے :وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی (سورۃ النجم آیت ۳۹ انسان کو وہی ملے گا جو وہ کوشش کرے گا مگر ہم کوشش سے باز آ گئے ہیں۔ اسلام جہد مسلسل کا مذہب ہے سعیِ پیہم کا مذہب ہے مگر ہمارے اندر نہ جہد مسلسل ہے نہ سعیِ پیہم ورنہ واللہ العظیم اللہ تبارک وتعالیٰ نے جتنے انسان پیدا کیے ہیں اتنی ہی خوراک بھی عطا فرمائی ہے۔وہ خود فرماتا ہے: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا زمین پہ کوئی ایسا جاندار نہیں ہے جس کی روزی اللہ نے اپنے ذمۂ قدرت نہ لے لی ہو۔ کوئی انسان بھی بھوکا رہ جائے تو یہ سرمائے کی غیر مساویانہ تقسیم کا نتیجہ ہے۔بغیر سرمائے کی تقسیم کے چڑیوں کو اللہ روزی دیتا ہے اس لیے کہ ان کے اندر عقل نہیں ہے جانوروں کو روزی دیتا ہے درختوں کو ان کے قدموں پر روزی دیتا ہے مگر انسان کو عقل دی گئی تھی کہ وہ سرمائے کی صحیح تقسیم کر سکے۔یہ انسان کا امتحان تھا مگر آج عدم تقسیم کی بنیاد پر یہ صورت حال ہوگئی ہے۔مجموعی طور پر پوری دنیا کے وسائلِ حیات کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ اگر انہیں اسلامی شریعت کے مطابق صحیح طور پہ تقسیم کیا جائے تو دنیا میں نہ کوئی غریب رہ جائے اور نہ بھوکا۔اسلام اور مسلمان اس کا ماضی میں تجربہ کر چکے ہیں کہ کم وبیش تین براعظموں (افریقہ، یورپ اور ایشیا) پر جو KNOWN تھے جو روشنی میں تھے، جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی وہاں پوری مملکت میں ایک بھی بھوکا، ایک بھی ننگا اور ایک بھی دست سوال دراز کرنے والا نظر نہیں آتا تھا۔میرے آقا نے فرمایا تھا کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ جب یمن سے ایک شخص مال زکوٰۃ لے کے چلے گا مدینہ آجائے گا مگر زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملے گا۔

ایک وقت وہ آئے گا جب امن اتنا عام ہوجائے گا کہ یمن سے ایک عورت تنہا زروجواہر سے لدی ہوئی سفر کرے گی اور مدینہ طیبہ تک راستے میں کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں ہوگا۔ وہ دور خلفائے راشدین کے زمانے میں آیا تھا لیکن اس دور کے برکات کے اثرات پندرہویں صدی تک رہے۔ ۱۴۹۱ء میں یورپ میں اسپین کے زوال کے بعد ہماری غربت کا دور شروع ہوا۔ ہم نے تحقیق وعلم کا راستہ چھوڑ دیا، ہم نے زمین کی تہوں سے خزانہ نکالنے کا راستہ چھوڑ دیا اور سمندروں پر جو ہمارا غلبہ تھا اس سے باز آگئے۔ کبھی ہم موجوں سے کھیلتے تھے اور آج موجوں نے ہمیں ڈبونا شروع کردیا ہے۔ یہ ہمارا ماضی تھا اور یہ ہمارا حال ہے ہمیں اپنے ماضی کی طرف لوٹنا ہوگا۔ اسلام ماضی کا مذہب نہیں ہے اسلام ہر دور اور ہر طبقے کا مذہب ہے۔ آج دنیا کو سرمایہ فراہم کرنے والی قومیں اپنے ملک کی غربتیں نہیں دور کرپارہی ہیں، وہاں نوکریاں نہیں مل رہی ہیں اور مسائل ہیں، مزدور اور بے روزگار بیدار ہورہا ہے اور اپنی اپنی حکومتوں کے خلاف احتجاج کررہا ہے۔ یہ احتجاج اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام بدل نہ جائے۔ آج کے دور کا بتِ پندار ٹوٹ رہا ہے۔ آج کے دور کا سرمایہ دار کل کے بارے میں لرز رہا ہے۔

کل نہ جانے کیا بیتے گی شہر کے بنگلے والوں پر
بات کوئی گمبھیر چھڑی ہے خانہ بدوش فقیروں میں

ہمیں پہلے اس بات کو طے کرنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو وسائل ہمیں دیے ہیں کیا ہم ان کو استعمال کرتے ہیں؟ پوری دنیا کے لیے اللہ نے روزی دی ہے۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے مگر دنیا نے سرمایہ کی غیر مساویانہ تقسیم میں انسانوں کو بھوکا رکھا ہے، براعظموں کو تڑپتا ہوا رکھا ہے اور سرمایہ دوسروں کے ہاتھوں میں منتقل ہورہا ہے۔ کیا قرآن پاک کی آیت کریمہ: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ تاکہ تمہارا سرمایہ سرمایہ داروں کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے تمہارا سرمایہ چند مٹھیوں میں نہ رہ جائے۔ یادرکھو! دولت کی حیثیت پانی کی ہے پانی کو بہاؤ دوگے حیات بخش ہوجائے گا زندگی دے گا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیآء آیت ۳۰) پانی کو اگر کسی گٹر میں بند کردو گے بدبو پیدا کردے گا۔ سرمایہ چاہتا ہے کہ اسے گردش دی جائے اسے معاشرے کے لیے مفید بنایا جائے۔ جیسے جیسے سرمایہ کی گردش بڑھتی جائے گی ویسے ویسے غربت ختم ہوگی، ویسے ویسے سرمایہ کی لذتیں فراہم ہوں گی اور ویسے ویسے انسان کا مساویانہ نظام قائم ہوگا۔ کیا دنیا میں سرمایہ کی گردش کا کوئی قانون نہیں ہے؟ سرمایہ دارانہ نظام کا تو یہ عالم ہے کہ سودخواری اور سودی بینکوں کے ذریعے غریبوں کا خون چوس لیا جاتا ہے اور انہیں غربت کی چکی میں پیسا جاتا ہے۔ اسلام نے سود کو پہلے ہی حرام قرار دیا تھا کیوں کہ اس کے ذریعے سرمایہ ترقی نہیں کرتا۔ سرمایہ داری ترقی کرتی ہے سرمایہ دار ترقی کرتا ہے۔ اس کے ذریعے انسانی عزت نفس کو خریدا جاتا ہے، ملکوں کی غیرت کو خریدا جاتا ہے اور اس کی بنیاد پر ملکوں کو غلام بنایا جاتا ہے۔ یہ سودی نظام تھا جو سرمایہ داروں کی بنیادی حیثیت تھا۔ اسلام نے چودہ سو سال پہلے اسے حرام قرار دیا تھا۔ اگر آج وال اسٹیٹ کو قبضے میں کرنے والے یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مساویانہ سرمایے کی تقسیم ہو، کوئی بے روزگار نہ ہو، کوئی بھوکا نہ ہو اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں لینے والا سڑک پر خوانچہ فروشی پر مجبور نہ ہو تو سودی بینک کے نظام کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ سود خون چوس لیتا ہے ایک ہزار دے کر بیس ہزار چوستا ہے اور زندگی بھر غلام بنائے رکھتا ہے۔ حکومتوں کا یہی عالم ہے اور افراد کا بھی یہی عالم ہے۔

اسلام نے کوشش کی ہے کہ آپ زمین کے وسائل کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال کریں۔ وسائل حیات اتنے ہیں کہ ہر آدمی باضابطہ طور پر زندگی گزار سکتا ہے۔ اگر ہم مسلمانوں کے وسائل حیات اور خود مسلمانوں کا بھی جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ دنیا میں مسلمان کم وبیش پچیس فی صد ہیں ہر چوتھا اور پانچواں آدمی مسلمان ہے۔ مسلمانوں کی معیشت کا سرمایہ اور وسائل چھبیس فی صد ہیں۔ مسلمانوں کے پاس پیٹروڈالر، کاشتکاری، زمینی خزائن، کوئلے اور کوئلے کے تابع کی شکل میں دنیا کے پورے سرمایے کے چھبیس فی صد وسائل ہیں مگر ہم اپنے ان وسائل کو استعمال نہیں کررہے ہیں۔ ہم نے ان پر کم وبیش پون صدی سے سرمایہ دارانہ نظام کو غلبہ دے رکھا ہے۔ ہم نے اپنے ہاتھ سے تیل نہیں نکالا اور رفائنڈریاں نہیں قائم کیں۔ ہم نے ان کو دے دیا جنہوں نے ہمارے سرمائے کو ہمارے ہی خلاف استعمال کررکھا ہے جس کے نتیجے میں ہم موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ جب اللہ نے آپ کو چھبیس فی صد وسائل دے دیے تھے تو آپ کے ارباب اقتدار کو چاہیے تھا کہ ان کو استعمال کرتے اور غربت کا خاتمہ کردیتے۔

آپ اندازہ کریں کہ کیا آپ محنت ومشقت کرتے ہیں؟ آپ نے کبھی مہاجر پرندوں کے بارے میں سنا ہے؟ سائبریا میں برف پڑنی شروع ہوگئی ہے اور اس کے نتیجے میں وہاں پرندے نہیں رہ سکتے وہ کئی ہزار میل کا خلائی سفر کرکے سمندروں کو پار کرکے ہندوستان اور پاکستان

کی سرزمین پر اتر رہے ہیں۔ یہ پوری سردیوں میں اپنی روزی لیں گے اور پھر واپس چلے جائیں گے۔ اگر پرندہ فضاؤں میں پرواز کرکے ہزاروں میل کے فاصلے پر یہاں اپنی روزی حاصل کرتا ہے تو آپ دنیا میں ان تمام وسائل کو کیوں نہیں تلاش کرتے جو اللہ نے آپ کے لیے محفوظ کیے ہیں۔ آپ یہ عذر تلاش کررہے ہیں کہ ہم چل نہیں سکتے ہمارے اردگرد وسائل نہیں ہیں۔ کیا قرآن عظیم کی یہ مقدس آیت کریمہ آپ کے سامنے نہیں ہے کہ جب بندہ اپنے ظلم کے باب میں عذر پیش کرے گا تو اللہ فرمائے گا: اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا (النسآء آیت ۹۷) کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ حصول معاش کے لیے یا تحفظ ایمان کے لیے ہجرت کرجاتے۔ وَمَنۡ یُّهَاجِرۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ یَجِدۡ فِی الۡاَرۡضِ مُرٰغَمًا کَثِیۡرًا وَّسَعَةً (النسآء آیت ۱۰۰) جو اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بڑی وسعتیں اور بڑی راحتیں پائے گا۔ گھر میں ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھنے والو! پوری زمین تمہاری زمین ہے۔ اَلۡاَرۡضُ لِلّٰهِ وَاَنَا لِلّٰهِ فَالۡاَرۡضُ لَنَا زمین اللہ کی ہے ہم اللہ کے ہیں تو یہ زمین ہماری ہے۔ اِنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ بلاشبہ زمین کے وارث اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں مگر تم نے سفر چھوڑ دیا، تلاش معاش میں آگے بڑھنا چھوڑ دیا اور تم نے اپنے بےعلمی کی بنیاد پر جہاں جہاں معاش کے ذخائر قدرت نے تمہارے لیے پوشیدہ کر رکھے ہیں ان ذخائر پر دوسروں کو قبضہ دے دیا۔ آج وہ تمہارے تیل پہ قبضہ کرکے تمہیں ہی مار رہے ہیں، تم میں اسلحہ بیچ رہے ہیں، موت کے یہ سوداگر تمہاری زمین پر خاک اور خون کا کھیل کھیل رہے ہیں اور تم اپنے وسائل کی چادر میں لپٹے ہوئے مر بھی رہے ہو اور فنا بھی ہو رہے ہو۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اللہ کی بخشی ہوئی صلاحیتوں سے تم نے کام نہیں لیا۔ یہ زمین کیا ہے؟ وَالۡاَرۡضَ وَضَعَهَا لِلۡاَنَامِ (الرحمٰن آیت ۱۰) اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کو تمام انسانوں کے لیے بنایا ہے۔ یہ اشتراکیت کا رد ہے۔ اشتراکیت کہتی ہے کہ زمین اسٹیٹ کی ملکیت ہے مگر قرآن کہتا ہے کہ زمین انسانوں کی ملکیت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ زمین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے اسے بچھایا ہے تاکہ تم اپنی زندگی اور معیشت کا مکمل طور پہ انتظام کرسکو۔ سرورکائنات محمد رسول اللہ نے فرمایا: مَنۡ اَحۡیَا اَرۡضًا مَیِّتَةً فَهِیَ لَهٗ (بخاری کتاب المزارعة) جو کسی زمین کو زندہ کرے گا وہ اس کی ملکیت ہوگی۔ آج کا بھی یہ قانون ہے کہ اگر کوئی بنجر زمین افتادہ پڑی ہے اسے زندہ کردے تو وہ اسے دے دی جاتی ہے۔ تو زمین کا زندہ کرنے والا بھی زمینوں کا مالک ہے اور دلوں کو زندگی دینے والا اور دلوں کی زمین کو زندہ کرنے والا بھی دلوں کا مالک ہے۔

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں یقین ہے کہ مرنے والے ہو لیکن اگر وقت ہے تو پودا لگائے بغیر نہ مرو۔ آپ جانتے ہیں کہ مرنے والا اگر درخت لگائے گا تو پھل نہیں کھائے گا گویا اللہ کے رسول فرمانا چاہتے ہیں کہ درخت تم لگاؤ پھل آنے والی نسلیں کھائیں گی۔ پھل کی پرواہ مت کرو درخت لگانا تمہارا کام ہے روزی کے وسائل پیدا کرنا تمہارا کام ہے۔ کھانے کے لیے اللہ نے رزق تقسیم کردیا ہے وہ جسے چاہے گا موقع عطا فرمائے گا۔ آقائے دو جہاں نے فرمایا کہ زمین کی وسعتوں میں تلاش کرو لیکن کیا ہم ایسا کررہے ہیں؟ زمین کے بارے میں احادیث مبارکہ میں بہت سی باتیں موجود ہیں جن کا تذکرہ کیا جاسکتا ہے۔

زمین کے بعد دوسری چیز تجارت ہوتی ہے۔ تجارت ہر دور میں سرمایے کا توازن رہی ہے۔ تجارت کی بنیاد پر منڈیاں سجتی بھی ہیں اور اجڑتی بھی ہیں۔ کبھی قرآن پاک کی اس آیت کریمہ پر غور کیا:
لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ (سورۃ قریش)
یہ کتنی اہم بات تھی کہ پیغمبر کہہ رہا ہے کہ تمہارے دلوں میں گرمی اور جاڑوں کے تجارتی امور کی بنیاد پر محبت ڈال دی گئی۔ اللہ کے رسول تاجدار دوعالم نے یہ کیوں کہا؟ کیوں اللہ کے رسول پہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہارے دلوں میں یہ الفت ڈال دی ہے کہ تم گرمیوں میں بھی تجارت کا سفر کرو اور سردیوں میں بھی کرو۔ گرمیوں میں سیر پہ جاؤ اور سردیوں میں یمن کی سرزمین پہ جاؤ یمن وشام کی منڈیوں میں تجارت کرو۔ سفر ضرور کرو مگر تم مکے کے رہنے والے ہو اس کعبے کے رب کی عبادت کرو تجارت کی بات نہ کرو بلکہ کعبے کے رب کی بات کرو جس نے تمہاری تجارت کے صدقے میں گرمیوں اور سردیوں کے سفر کی بنیاد پر، وسائل حیات کی فراہمی کے جذبے نے خوف سے اور بھوک سے بے نیاز کردیا ہے۔ اگر تم یہ سفر جاری رکھو گے تو نہ تمہیں کوئی خوف لاحق ہوگا نہ تمہیں بھوک ہوگی۔ کیا یہ بھوک کا علاج نہیں ہے؟ جب بھوک ہوگی تب ہی خوف ہوگا۔ جب بھوک کی بے کسی ہوگی تو سرمایہ دار تمہارے وجود کو روند دے گا لیکن جب تم بھوکے نہیں ہوگے تو سرمایہ دار کو اس کی جرأت نہیں ہوگی اس لیے تجارت کا حکم دیا گیا۔ قرآن پاک

میں فرمایا کہ صرف زمین پہ تجارت نہ کرو وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الاسراء آیت ۷۰) ہم نے تمہیں سمندروں اور خشکیوں پہ مکمل کنٹرول دے دیا ہے۔ سمندروں میں جہازوں پہ اور خشکیوں پر اپنے مکمل وسائل سفر سے تجارت کرو۔ اس طرح ایک درجن آیتیں ہیں۔ ہم سسلی پہنچے سمندروں کی بنیاد پر اسپین پہنچے سمندر کی بنیاد پر۔ حضرت طارق اسپین کی سرزمین پر اترتے ہیں اور کشتیاں جلا دیتے ہیں لوگوں نے کہا: حضور! یہ عجیب ظالمانہ طرز عمل ہے آپ کشتیاں جلا رہے ہیں شکست کھا گئے تو کیسے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کشتیاں اس لیے جلائیں کہ واقعی واپسی کا دروازہ بند ہو جائے۔ ہر زمین اللہ کی ہے اور ہم اللہ کے بندے ہیں۔ یہ زمین ہماری ہے یا تو اس زمین سے وسائل حیات حاصل کریں گے یا اس زمین پہ ہماری قبریں بنیں گی جو مجاہدین کو آواز دے گی۔ وہ آئیں گے اور اپنا کام پورا کریں گے۔

اللہ کی مقدس کتاب کہتی ہے: وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ تین، زیتون، طور سینا اور بلد امین کی قسم یاد فرمائی گئی ہے۔ تین اور زیتون میں کیا خاص بات ہے کہ اللہ نے قسم یاد فرمائی۔ دراصل یہ انبیائے کرام کی گزرگاہ ہے۔ تین کی سرزمین سے عیسیٰ گزرے ہیں۔ زیتون کی سرزمین سے موسیٰ نے ہجرت کی ہے اور طور سینین پہ پیغام الٰہی ملا ہے اور البلد الامین پر سرورکائنات آئے۔ پتہ چلا کہ تین اور زیتون جو باغات کی شکل میں ہیں ان کو پروردگار نے ہرا بھرا رکھا ہے۔ جس نے قسم یاد فرمائی ہے اسی کے حکم کے تحت تین بھی پیدا کرو اور زیتون بھی پیدا کرو۔ آج دنیا بھر کی منڈیاں تین اور زیتون سے بھری ہوئی ہیں مگر ہمارے تین اور زیتون سے نہیں بلکہ کسی اور تین کسی اور زیتون سے بھری ہوئی ہیں۔ ہم کہاں چلے گئے ہیں؟ منڈی میں ہمارا مال کیوں نہیں ہے؟

تاجدار دوعالم نے فرمایا: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ الْاَنْبِیَآءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ سچا اور امانت دار تاجر نبیوں، صدیقین اور صالحین کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ تاجر اس لیے اٹھایا جائے گا کہ وہ وسائل معاش فراہم کرتا ہے۔ اگر اس میں کرپشن ہو بے ایمانی ہو تو زمین میں فساد پیدا ہو جائے گا۔ لوگ حصول معاش کے لیے لڑیں گے لیکن سچا اور امانت دار تاجر ہوگا تو اس کی تجارت زمین میں امن پیدا کر دے گی۔ آج مغربی اقوام ہماری زمینوں پہ تجارت بھی کر رہی ہیں اور زمین کو خون سے بھر بھی رہی ہیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی ایک تجارتی ادارہ تھا جس نے شاہ جہاں سے اجازت مانگی تھی کہ ہم آپ کی زمین اور آپ کے ملک میں تجارت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ شاہ جہاں کے دور سے لے کر سلطان ٹیپو کے دور تک تجارت بھی کرتے رہے اور ملک میں اختلاف بھی پیدا کرتے رہے۔ ان کی تجارت توازن کی بنیاد پر نہیں فساد فی الارض کے لیے تھی۔ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے کہ تم میزان کو باقی رکھو ورنہ زمین میں فساد پھیل جائے گا۔ میزان سے مراد توازن بھی ہے اور تجارت میں توازن بھی ہے۔ میزان سے مراد ناپ تول کا ذریعہ بھی ہے۔ آج وہی زمینیں زیادہ مقبول ہیں جہاں وسائل زیادہ ہیں جہاں تجارت کے امکانات زیادہ ہیں۔ ہندوستان بڑا محبوب ہے۔ خدا کرے کہ یہاں کا بسنے والا اپنی عظمت کو پہچان سکے۔ ہندوستان ابھر رہا ہے یہ پہلی دنیا کی قیادت کے لیے خود کو تیار کر رہا ہے۔ پہلی دنیا مرنے والی ہے ہندوستان زندہ ہو رہا ہے۔ اگر ہندوستان کا دانشور جس میں مسلمان بھی شریک ہیں اپنی تجارت اور زمین کی قدر و قیمت کو محسوس کر سکیں تو تجارت ضرور کریں۔ تجارت کا قانون ضرور ہو مگر تجارت پر دوسروں کا کنٹرول نہ ہونے پائے۔ تجارت کے لیے دروازہ کھلا رکھیں مگر یہ اسی وقت ہوگا جب زمین پہ فساد نہیں ہوگا اور قومیں لڑیں گی نہیں۔ جب کسی شہر میں امن ہوگا تب تاجر آئیں گے تب فیکٹریاں لگیں گی۔ اگر تم نے ہندو مسلم فسادات کو ہوا دی تو تم اپنے ملک کی موت کا اعلان کر رہے ہو۔ متحد ہو جاؤ اور اس زمین کو دنیا کی بہترین زمین بنا دو۔ یہ قرآن کا بھی فیصلہ ہے اور حدیث کا بھی۔

تم نے کبھی سوچا کہ وہ زمینیں بنجر ہو جاتی ہیں جن زمینوں کے پاس ساحل اور سمندر نہیں ہوتے۔ امریکہ افغانستان میں ان تمام زمینوں پہ کنٹرول کرنا چاہتا ہے جن کا تعلق میٹھے پانی سے ہے۔ جہاں نہر سوئس کی طرح سے سرمایہ کا بہاؤ ہوگا اس لیے وہاں بیٹھنا چاہتا ہے تاکہ میٹھے پانی کے سمندروں پہ قبضہ کر سکے۔ افغانستان جیسا بھی ہے مگر تمہارا پڑوسی ہے تمہارا اس سرزمین پر زیادہ حق ہے۔ خبردار! کسی بیرونی قوت کو اپنی زمین پہ قبضہ کرانے کا حکم نہ دو۔ اگر فساد ہوتا رہا، خون بہتا رہا اور شہروں میں جنگیں ہوتی رہیں تو ترقی کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ ہندوستان کا دانشور اگر اپنے کو ترقی دینا چاہتا ہے تو وہ کبھی فساد نہیں ہونے دے گا۔ ہندوستان دنیا کے بہترین اور پسندیدہ ملکوں میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اگر فساد ہوگا تو دنیا پسندیدہ ملک کا تحفہ تمہیں نہیں دے گی۔ تم ہندوستان کو امن کا گہوارہ بنا دو۔ یہ اور بات ہے کہ جو تمہیں اب تک ناپسند کرتے رہے ہیں وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تم پسندیدہ ملکوں کی صف میں آؤ مگر یہ تمہاری ذمے داری ہے کہ امن اور راحت کے ذریعے اپنے ملک کی عظمت دنیا میں واضح کر دو۔ وہ لوگ جو امن کے داعی تھے وہاں امن ختم ہو رہا ہے اور وہ جو ان کے سرپرست ہیں وہ خود بھی ٹوٹ رہے

ہیں۔اب یہاں وہ قوم زندہ رہے گی جو معاشی استحصال نہیں کرے گی جو قوموں کو زندگی کا حق دے گی اور جینے کا شعور عطا فرمائے گی اور یہی مسلمان نوجوانوں کے لیے ایک پیغام ہے۔اگر ہندوستان کی سرزمین پر امن قائم ہوتا ہے اور بیرونی کمپنیاں آکر کاروبار کرتی ہیں تو اس میں تمہیں نوکری حاصل کرنے کے لیے زیادہ مواقع ہیں وہاں کوئی تعصب نہیں ہوگا۔ صلاحیتیں پیدا کرو، محنت کرو، علم حاصل کرو تاکہ تم دنیا کے تمام مراکز میں داخل ہوسکو اور اپنے لیے راستے تلاش کرسکو۔

آپ کو بڑا عجیب لگ رہا ہوگا کسی مولوی سے اس طرح کی بات سنتے ہوئے مگر میں چاہتا ہوں کہ ہمارا ہر مولوی حالات کی نبض پہ ہاتھ رکھے۔زمانے کے تقاضوں کو محسوس کرتا ہوا نظر آئے اس لیے کہ فقہ کا جزئیہ ہے: **من لم یعرف باحوال زمانہ لایصلح ان یکون اماما** جو شخص اپنے زمانے کے حالات سے واقف نہ ہو اس میں امام بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔لہٰذا زمانے کے مطالبات پر غور کرو۔

اللہ کے رسول تاجدار دو عالم سرور کائنات محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر لقمہ وہ ہے جو ایک مسلمان اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنے منہ میں ڈالے۔اس لیے ہاتھ کی کمائی حاصل کرو۔اللہ کے رسول نے فرمایا کہ بے شک پیغمبر داؤد جن کے قبضے میں زمینیں اور غیر مرئی مخلوق دی گئی تھیں وہ لوہے کو استعمال کر کے اپنی روزی کماتے تھے۔اگر پیغمبر داؤد ایسا کر سکتے ہیں تو تم ان کی سنت پہ عمل کرو۔وہ لوہے کو پگھلاتے تھے لوہے سے زِرہیں اور سامان حرب بناتے تھے۔قرآن پاک میں لوہے کی عظمت کو تسلیم کرنے کے لیے سورۂ حدید نازل کی گئی۔لوہا آج دوسروں کے کنٹرول میں ہے۔لوہا پرواز کر رہا ہے، چاند پہ پہنچ رہا ہے، تصویر گری کر رہا ہے اور لوہے سے فیکٹریاں چل رہی ہیں۔جس قرآن میں سورۂ حدید ہے اس قرآن کا ماننے والا ایک فیکٹری بھی دنیا میں قائم نہیں کرسکا ہے؟ چلو تم تو عجمی ہو تمہیں تو قرآن میں حدید کا مفہوم معلوم نہیں لیکن یہ عرب کیا کر رہا ہے، یہ تیلوں کا مالک کیا کر رہا ہے اور یہ بڑے بڑے شیوخ کیا کر رہے ہیں؟ انہیں اس بات کی اجازت تو ہے کہ حرم پاک کے سامنے اپنے باپ کا ٹاور قائم کریں تاکہ اس ٹاور کو لوگ دیکھیں اور کہیں کہ یہ کتنے بڑے لوگ ہیں۔اگر تمہارے پاس معیشت کا سامان نہیں ہوا، تجارت وصنعت نہیں ہوئی تو یہ ٹاور ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔کوئی ضرورت نہیں تھی اس ٹاور کی۔ اس کے بدلے تم غریب ملکوں میں پچاسوں فیکٹریاں قائم کر سکتے تھے مسلمانوں کو سہارا دے سکتے تھے ان کی بھوک کا علاج کر سکتے تھے مگر افسوس تم تو سوئی بھی نہیں بنا رہے ہو۔تم تو مصلےٰ بھی چائنا سے بنوا رہے ہو تم قرآن پاک کا قلم بھی چائنا سے بنوا رہے ہو۔تم تو اپنا ڈیری فارم بھی قائم نہیں کر سکتے تمہارا دودھ کبھی کینیڈا سے، کبھی ڈنمارک سے اور کبھی ہالینڈ سے آرہا ہے تمہاری دیگر چیزیں بھی وہاں سے آرہی ہیں۔اپنی معیشت کے لیے تم کیا کر رہے ہو؟ ہندوستان میں ایک دور تھا کہ چیزیں باہر سے منگوائی جاتی تھیں مگر گاندھی کی ایک فکر تھی کہ انہوں نے باہر کے مال کا بائیکاٹ کر کے ہندوستانیوں کو شعور دیا کہ باہر والے کبھی تم پر کنٹرول نہ کر پائیں۔آج یہاں کارخانے بھی ہیں، کانیں بھی بن رہی ہیں اور یہاں خلاؤں میں پرواز کا سامان بھی تیار ہو رہا ہے لیکن تم مجھے پورے مسلم ورلڈ میں دکھاؤ کہ سورۂ حدید پڑھنے والے کہاں ہیں؟۔

ہم نے اپنے وسائل کو صحیح طور سے تقسیم نہیں کیا ورنہ آج کوئی بھوکا نہیں ہوتا۔عرب صرف اپنی زکاۃ کو منظّم کر دیں تو دنیا میں کوئی بھوکا نہیں رہ جائے گا لیکن آج وہ زکاۃ لڑائی اور فقہی اختلافات پر خرچ کر رہے ہیں۔اپنے عقیدے کی اشاعت پر اتنے کروڑوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں جتنا کہ کمیونسٹوں نے اشتراکیت کی اشاعت پہ بھی خرچ نہیں کیا۔میں نے ایک دفعہ ایک عرب حکمراں سے کہا تھا یار تم ہم میں کیوں تبلیغ کر رہے ہو ہم تو مسلمان ہیں اور مسلمان رہیں گے۔تمہیں تبلیغ کرنی ہے تو افریقہ میں جاؤ جہاں امریکن مشنریاں جنگلوں کے اندر اسکول قائم کیے ہوئے ہیں۔یہ بچوں کو اٹھا کے لے جاتی ہیں اور ان کو عیسائی بناتی ہیں۔تم پورے افریقہ کو فتح کر سکتے تھے۔تم ان ملکوں میں پیسہ صرف کر رہے ہو جہاں مسلمان پیدائشی اور موروثی طور پر بستے ہیں لیکن وہ نہیں کریں گے وہ تو اپنا عقیدہ پھیلائیں گے۔انہیں تو اپنی دولت اور سرمایے کی بنیاد پر حرمت رسول کو پامال کرنا ہے۔آج لوگ چیخ رہے ہیں کہ مسلمانوں میں اختلاف کی بات نہ کی جائے۔اس سے اخبارات بھرے ہوئے ہیں۔میں ان سے پوچھتا ہوں کہ تم نے پیٹرول اور ڈالر کی بنیاد پر جو اختلافات کی بنیاد رکھی ہے اب اس کا ماتم کیوں کر رہے ہوں؟ غریبوں کی دنیا بیدار ہوگی تو احتساب بھی ہوگا۔تم خاموش ہو جاؤ ہم بھی خاموش ہو جائیں گے۔اگر تم اپنے ایجنڈوں کے ذریعے رسول پاک کی حرمت کو تباہ کرنا چاہو گے سرور کائنات کے مقام مصطفوی کو گرانا چاہو گے تو ہم ان کے نام پر جان دینے والے کبھی گوارہ نہیں کریں گے۔یہ ہمارا مذہبی فریضہ بھی ہے اور اخلاقی ذمہ داری بھی۔تم مدرسے اسلامی ملکوں میں قائم کر رہے ہو۔ارے ظالمو! ہر مسلمان اپنے نبی سے اور اپنے دین سے محبت کرتا ہے وہ خود قائم کرے گا۔تم افریقہ میں کیوں نہیں قائم کرتے اور ان آبادیوں میں کیوں نہیں قائم کرتے جہاں CHRISTANITY

(عیسائیت) پھیل رہی ہے۔ چرچ کا یہ منصوبہ ہے کہ اس صدی کے خاتمے سے پہلے پہلے مسلم افریقہ کو کرسچین افریقہ میں تبدیل کر دیا جائے۔ کیا تم اس کے لیے کچھ کر رہے ہو؟ نہیں، تمہاری آنکھیں بند ہیں تم تو ایجنٹ ہو ان لوگوں کے جو اپنے باطل دین کو ہمارے درمیان پھیلا رہے ہیں۔

اللہ کے رسول نے فرمایا: اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ ہاتھ سے محنت کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔ کون ایسا ہوگا جو ہاتھ سے محنت کر کے اللہ کا حبیب بننا نہ چاہے۔ آپ اندازہ کیجیے کہ محدثین، فقہا اور متکلمین کے نام کیا ہیں؟ یہ حداد ہیں لوہا پگھلانے والے، یہ دباغ ہیں چمڑے کو دباغت دینے والے، یہ بزاز ہیں کپڑا بیچنے والے، یہ قطان ہیں روئی دھننے والے، یہ فلاں اور یہ فلاں ہیں۔ یہ محدثین کا لقب ہے ان کے پیشے کے اعتبار سے اس لیے کہ اسلام نے اس پیشے کو معزز قرار دیا تھا۔ آج تم ان پیشہ کرنے والے مزدوروں کو ذلیل نگاہوں سے دیکھتے ہو۔ لاکھوں سرمایہ دار اس مزدور اور محنت کش کے قدموں کی ٹھوکر میں ہیں وہ حلال روزی کماتے ہیں۔ اللہ کے رسول نے پھر فرمایا: خبردار تجارت میں بخل نہ کرو۔ قرآن عظیم نے ایک نظام عطا فرمایا ہے جو نظام دو حیثیتوں کے درمیان میں ہے۔ آپ سورۂ فرقان کی تلاوت کیجیے: وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (الفرقان آیت ۶۳) یہاں **عباد الرحمن** کی اتنی صفات بیان کی گئی ہیں وہ سب پڑھ ڈالیں۔ چند آیتوں کے اندر ایک مکمل CHEPTER اور ایک مکمل دستور ہے۔ اس میں قرآن عظیم کہتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ کنجوسی کرتے ہیں وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَاماً۔ (ایضاً آیت ۶۷) جو فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان میں عدل کے ساتھ اپنا سرمایہ خرچ کرتے ہیں مگر المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا سرمایہ یا تو فضول خرچی میں صرف ہو رہا ہے یا کنجوسی میں۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: **السخی قریب من اللہ قریب من الناس قریب من الجنۃ والبخیل بعید من اللہ بعید من الناس بعید من الجنۃ** سخی اللہ سے قریب ہے بندوں سے قریب ہے جنت سے قریب ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے بندوں سے دور ہے اور جنت سے دور ہے۔ گویا کہ وہ انسان جو ضرورت کے مطابق خرچ کرے وہ اس سے بہتر ہے جو ضرورت سے بلا وجہ زیادہ اپنے دکھاوے کے لیے خرچ کرے۔ وہ مبذر ہے جس کے بارے میں فرمایا: اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (آیت ۲۷) ہم اپنی دولت کو اللہ کی امانت سمجھیں۔ قرآن پاک نے جگہ جگہ دولت کو اللہ کی امانت قرار دیا ہے، فرمایا گیا: وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ جو ہم نے روزی دی ہے اسے وہ خرچ کرتے ہیں تاکہ کوئی خیرات اور زکوٰۃ خرچ کر کے یہ احسان نہ جتائے کہ ہم نے دے دی ہے۔ تم نے اللہ کی روزی سے دیا ہے اس کا مالک وہ ہے تم نہیں ہو۔ ایسا خرچ کرو جو اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ جس روز دنیا کا ایک ارب پچاس کروڑ مسلمان اللہ کی مرضی کے مطابق خرچ کرے گا تو کوئی بھوکا نہیں رہ جائے گا۔ میرے آقا حضور سید عالم سرور کائنات نے فرمایا کہ وہ انسان جو پیٹ بھر کے سوئے اور اس کے پڑوس میں کوئی بھوکا سوئے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اس حدیث میں اللہ کے رسول نے پوری کائنات کی معیشت کے نظام کو سمیٹ دیا ہے۔ صرف ایک حدیث پہ عمل کرو کوئی بھوکا، مجبور اور بیکس نہیں رہے گا۔ پڑوس میں اگر کوئی بھوکا ہے تو اسے کھلا دو۔ جانتے ہو پڑوسی کا مطلب کیا ہے؟ تمہارے پڑوسی محلے والے ہیں، محلے والوں کے پڑوسی شہر والے ہیں، شہر والوں کے پڑوسی صوبے والے ہیں، صوبے والوں کے پڑوسی ملک والے ہیں اور ملک والوں کے پڑوسی براعظم والے ہیں۔ اگر ہر پڑوسی اپنے پڑوسیوں کو کھلا کے کھاتا ہے تو واللہ دنیا میں ایک آدمی بھوکا نہیں رہ جائے گا۔ آپ بتاؤ کیا آپ رسول پاک کی جماعت میں داخل ہونا چاہتے ہو یا ان لوگوں میں جن کے بارے میں سرکار نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں۔

محنت کرو محنت سے جی مت چراؤ۔ محنت کرنے میں مختلف طریقے اختیار کرو، زراعت، تجارت، صنعت اختیار کرو اور کسب اختیار کرو ان شاءاللہ کوئی غریب نہیں رہے گا۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی غریب ہے تو یہ امت مسلمہ کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اس کی غربت کو دور کرے۔ فِیْۤ اَمْوَالِھِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ۔ (الذاریات، آیت ۱۹) یہ حق اختیاری نہیں ہے کہ چاہے دے یا نہ دے۔ تمہارے اموال میں سائل کا بھی اور محروم کا بھی اللہ نے حق رکھ دیا ہے۔ یہ حق ہے اور حق واجب ہوتا ہے اختیاری نہیں ہوتا۔ اگر صرف اسی آیت پر عمل کرو محروم طبقے کو تلاش کرو اور اس کا پیٹ بھر دو تو ان شاءاللہ بھوک ختم ہو جائے گی۔

کبھی تم نے سوچا کہ اسلام کے اعمال میں دوسری اصل زکوٰۃ کو کیوں قرار دیا گیا؟ قرآن پاک میں درجنوں آیات مبارکہ ایسی ہیں جہاں نماز کے بعد فوراً زکوٰۃ کا حکم دیا گیا اور یہ بھی حکم دیا گیا کہ نماز پڑھتے رہو زکوٰۃ نہ دو تو نماز قبول نہیں ہوگی۔ جانتے ہو، کیوں؟ زکوٰۃ واحد ذریعہ ہے جس سے سرمایہ گردش کرتا ہے۔ تمہارے پاس ایک لاکھ روپے ہیں تو زکوٰۃ ڈھائی فیصد بنتی ہے۔ تم نے اسے گھر میں چھپا رکھا ہے مگر ڈھائی فیصد زکوٰۃ دے رہے ہو۔ پچاس سال کے اندر اندر تمہارے پوری دولت تمہارے گھر سے

نکل کر کے غریبوں کے جھولی میں چلی جائے گی تو سرمایہ دار کیسے بنو گے، ارتکاز سرمایہ کیسے کرو گے۔ نہ ارتکاز سرمایہ جائز ہے اور نہ ارتکاز غلہ جائز ہے اس لیے جیسے ہی زکوٰۃ دو گے سرمایہ میں بہاؤ پیدا ہوگا اور غریبوں کی ضرورت پوری ہوگی۔ پھر زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ درجنوں مقامات پہ قرآن عظیم نے خرچ کرنے پر بے پناہ زور دیا ہے۔ سورۂ یٰسین اور سورۂ کہف کا مطالعہ کریں آپ کو ایک واقعہ ملے گا کہ جب مسلمان کافروں سے یہ کہتے کہ اللہ کے راستے میں خرچ کرو غریبوں کو دو تو وہ کہتے کہ ہم کیوں دیں۔ اگر اللہ چاہتا تو خود دے دیتا۔ یہ عذر کر کے وہ نہیں دیتے تھے۔ اس کا انجام جانتے ہو؟ جبریہ جو انسان کو مجبور محض سمجھتا ہے کہ جو کچھ کرتا ہے اللہ ہی کرتا ہے۔ بلا شبہ اللہ کرتا ہے مگر وسائل اور ذرائع کو اس نے سبب بنایا ہے۔ جبریہ یہ بھی کہتا ہے کہ گھر میں بیٹھو رہو روزی آنا ہو تو آجائے گی ورنہ نہیں آئے گی۔ ایک شخص نے آقائے دو جہاں سے کہا کہ میرا یہ اونٹ ہے، کیا اسے اللہ کے بھروسے صحرا میں چھوڑ دوں؟ فرمایا: نہیں، پہلے اونٹ کو باندھو پھر اللہ پہ بھروسہ کرو۔ بظاہر ایک عام سی حدیث ہے مگر واللہ العظیم ان تمام لوگوں کے لیے قانون ہے جو محنت سے جی چراتے ہیں اور جو سمجھتے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے روزی ملے گی۔ بلا شبہ وہ چند اولیائے کرام جو اس دور میں پیدا ہوئے تھے جو مسلمانوں کی عظمت کا دور تھا۔ بغداد اور مسلمان ملکوں کے تاجدار عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے تھے ان کو عبرت دلانے کے لیے انہوں نے دنیاوی وسائل کی توہین کی اور خود کو بطور نمونہ پیش کیا۔ فاقہ کر کے تکلیف اٹھا کر کے انہیں بتایا کہ اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں جو فاقہ کرتے ہیں مگر یہ اسلام کا اجتماعی قانون نہیں ہے بلکہ یہ اولیائے کرام کی خصوصیات ہیں۔ ہم ان کی عظمتوں کو سلام پیش کرتے ہیں۔

اسلام خدا کا دیا ہوا مذہب ہے وہ کسی انسان کو بھوکا نہیں دیکھنا چاہتا۔ حدیث میں ہے: اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ پوری کائنات اللہ کا کنبہ ہے۔ مجھے بتاؤ کہ اگر تمہارے کنبے میں کوئی بھوکا ہو تو تم اسے بھوکا رہنے دو گے تو جب پوری کائنات اللہ کا کنبہ ہے تو اللہ یہ نہیں پسند کرے گا کہ کوئی بھوکا رہ جائے۔ تمہاری ذمہ داری ہے کہ بھوک مٹاؤ۔ قارون سے کہا گیا: اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ اے قارون! انسانوں پر ویسے ہی مہربانی کر جیسے اللہ نے تجھ پہ مہربانی کی۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی مہربانی کیا ہے یہ تو میں نے تو اپنی محنت اور اپنے علم سے پیدا کی ہے۔ قارون جیسا سرمایہ دار بہک گیا۔ آج بھی دنیا کا ہر قارون اٹھتی ہوئی طاقتوں کو دیکھ کر لرزہ براندام ہے۔ یہ سب دفن ہونے والے ہیں۔ زندہ وہ رہے گا جو سرمائے اور نظام معاش کی صحیح تقسیم کرے گا۔ اللہ کے حبیب نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرتے رہو اللہ تمہاری مدد کرے گا: اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکَ مَنْ فِی السَّمَآءِ زمین والوں پہ تم رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ کَانَ اللّٰہُ فِیْ عَوْنِ عَبْدِہٖ مَاکَانَ عَبْدًا فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ اس وقت تک اللہ تمہاری مدد کرتا رہے گا جب تک تم اپنے بھائی کی مدد کرتے رہو گے۔ آج ہم سے پروردگار عالم نے مدد کا ہاتھ اس لیے اٹھالیا ہے کہ ہم اپنے بھائی کی مدد نہیں کر رہے ہیں۔

صحابۂ کرام زکوٰۃ تو دیتے ہی تھے لیکن ان کا جذبۂ عطا اور بخشش اس قدر تھا کہ: وَ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ یارسول اللہ! کیا خرچ کریں تو آپ فرماتے: قُلِ الْعَفْوَ یہ نہیں فرمایا کہ زکوٰۃ دے کے بقیہ خزانہ رکھو بلکہ فرمایا جو تمہاری زندگی سے بچ رہے وہ سب مسلمانوں پہ خرچ کر دو۔ زندگی میں نہ فضول خرچی ہو نہ بخیلی ہو توازن کے ساتھ زندگی چلاؤ اور جو بچتا ہے مسلمانوں پہ خرچ کرو۔ یاد رکھو! سخی وہ ہوتا ہے جو دین کے راستے میں خرچ کرے اور مبذر وہ ہوتا ہے جو دنیا کے راستے میں خرچ کرے۔ تاجدار دو عالم فرماتے ہیں کہ کل میدان قیامت میں اللہ ایک بندے سے کہے گا کہ میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ یہ صرف جذبۂ حمیت اور جذبۂ انفاق کو بیدار کرنے کے لیے مشیت اپنے کو بھوکوں کی سطح پر رکھ کر کے فرما رہی ہے۔ بندہ کہے گا اللہ تو رزاق ہے تو کیسے بھوکا ہوگا تو اللہ فرمائے گا کہ میرا فلاں بندہ بھوکا تھا اور تمہارے علم میں تھا کہ وہ بھوکا ہے۔ اگر تم نے اسے کھلایا ہوتا تو آج میں جنت کی نعمتوں سے تمہیں نوازتا۔ اللہ فرمائے گا کہ میں بیمار تھا تم نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا کہ مولیٰ تو کیسے بیمار ہوگا تو تو شافیِ مطلق ہے تو اللہ فرمائے گا میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کے قریب جاتا تو وہاں مجھے پاتا۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ مشیت نے اپنے کو بھوکا، بیمار اور پیاسا کہہ کر اپنے بندوں کے جذبۂ حمیت اور غیرت کو بیدار کیا ہے۔ اس کے باوجود آپ بھوک اور پیاس کو دیکھیں اور خاموش رہ جائیں تو کیا واقعی آپ اللہ کے ماننے والے ہیں؟ ہمیں یہ سوچنا ہوگا۔

......

اسلام سب کے لیے

از: علامہ قاری ظہیر الدین رضوی

وہ دانائے سُبُل ختم الرسُل مولائے کُل جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ
وہی مصطفیٰ وہی مجتبیٰ وہی مبتدا وہی منتہا
وہی سوز میں وہی ساز میں وہی طرق میں وہی طاز میں
دھویا انہوں نے سب کے دلوں سے غبارِ جہل
ذکرِ رسول فرض ہے ذکرِ خُدا کے بعد

میں نے جو آیت پڑھی ہے یہ دعوت والی آیت ہے اور اتفاق سے یہ دعوتِ اسلامی ہے سُنّی تو پہچان کے لیے ہے اس لیے کہ سُنّی اپنے آپ کو چھپاتا نہیں ہے۔ جب ہم سُنّی ہیں تو کیا چھپائیں؟ جیسے ادارہ ہے دار العلوم محمدیہ، پہچان کے لیے سُنّی دار العلوم محمدیہ کہہ دیا۔ جیسے کتاب تو ہے بہشتی زیور، پہچان کے لیے سُنّی بہشتی زیور۔ تو یہ سُنّی دعوتِ اسلامی ہے۔ میں نے آیت بھی وہی پڑھی جس میں دعوت ہی ہے۔ کوئی اسے عداوت نہ سمجھے۔ لفظ ہے دعوت ''اُدْعُ'' اے رسولوں میں برتر و بالا! دعوت دیجیے۔ دعوت سے لفظ اُدْعُ نکلا ہے۔ یہ نام بھی منصوص ہے تو کام بھی منصوص ہونا چاہیے۔ ہم نام کے لیے نہیں آئے کام کے لیے آئے ہیں۔ نام کر کے گئے کچھ نہیں ہوا۔ وہاں نام پوچھیں گے بھی نہیں صرف کام پوچھیں گے۔ یہاں جو چاہے اپنا نام اوپر لکھ لے قلم کاغذ اس کے ہاتھ میں ہے۔ فرمایا گیا: اے رسولوں میں سب سے اعلیٰ! دعوت دیجیے اپنے رب کے راستے کی طرف۔ جو تمہارے رب کی راہ ہے اُدھر بلایئے۔ وہ تو سب کا رب ہے، رب الناس ہے، رب العالمین ہے، سارے جہاں کا رب ہے لیکن اللہ نے کہا: اے محبوب! رب تو سب کا ہوں لیکن تمہارا رب جیسا ہوں ویسا کسی کا نہیں؟ اس میں اللہ نے ان کی عزت بڑھائی۔ دعوت دیجیے سارے جہاں کو، اس لیے کہ آیت میں مفعول مذکور ہے ہی نہیں۔ دعوت کس کو دیجیے؟ کچھ نہیں کہا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب مفعول مذکور نہ ہو تو عموم مراد ہوتا ہے۔ تو پتہ چلا کہ سارے جہاں کو بلایئے۔ ساری انسانیت کو دعوت دیجئے۔ حضور کی دعوت کسی ایک مسجد، کسی ایک محلے، کسی ایک قصبے، کسی ایک شہر، کسی ایک صوبے، کسی ایک ملک، کسی ایک براعظم اور کسی ایک جہان کے لیے نہیں تھی بلکہ سارے جہان کے لیے تھی۔

یہ دعوت اتنی عام ہے کہ کچھ لوگ کہیں گے کہ کیا کھانے کی دعوت ہے؟ میں کہتا ہوں کہ یہ کھانے کی بھی دعوت ہے۔ کھاؤ گے نہیں تو جیو گے کیسے؟ یہ دعوت کھانے کی بھی ہے، پینے کی بھی اور رب کے راستے پر چلنے کی بھی۔ دعوت تو سب کی ہے اس لیے کہ ہم تو ان ہی کا کھاتے پیتے ہیں۔ کھانا تو ان ہی کا کھانا ہے پانی تو ان ہی کا پانی ہے اس لیے جب ان ہی کا کھاتے پیتے ہیں تو گاتے بھی ان ہی کی ہیں۔ ہمارے پیر و مرشد حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بڑے مزے سے فرماتے ہیں ۔

کھاتے ہیں ترے در کا پیتے ہیں ترے در کا
پانی ہے ترا پانی دانہ ہے ترا دانہ

کچھ لوگ ہیں کہ ان کا کھا کر ان کے غلاموں سے الجھے پڑے ہیں۔

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں
ہیں منکر عجب کھانے غرّانے والے

لیکن کھانے پینے کی دعوت کے علاوہ اصل دعوت رب کی راہ پر چلنے کی ہے۔ اس دنیا کی رسم عجیب و غریب ہے۔ یہاں دعوت کو بھی لوگ عداوت سمجھنے لگتے ہیں۔

قرآن شریف میں فرمایا گیا کہ دعوت دیجیے اپنے رب کی راہ کی طرف حکیمانہ انداز میں۔ حکیم تو بہت ہوئے، بہت ہیں اور بہت ہوں گے لیکن نبی اور رسول جیسا کوئی حکیم نہیں ہوتا اور وہ جو سید الرسل اور نبی الانبیاء ہیں ان پر تو حکمت ختم ہے۔ حکیمانہ انداز یہ ہے کہ جب حکیم بلاتا ہے تو اتنی صفائی سے بلاتا ہے کہ حق کا چہرہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ اس کو کسی ٹی وی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اللہ والوں کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، کیا فاروق اعظم نہاوند کو ٹیلیویزن پر دیکھ رہے تھے؟ تو

حکیم جب دعوت دیتا ہے تو حق کا چہرہ صاف دکھائی دینے لگتا ہے اور شکوک وشبہات کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

اچھے وعظ کے ساتھ بلائیے۔ اچھا وعظ وہ ہے جو دل میں اتر جائے اور جس کو سن کر دل پگھلنے لگے۔ جو حلق کا کانٹا بن کر نہ رہے بلکہ دل میں اتر جائے۔ اگر کبھی کبھی کچھ مباحثے کی بھی ضرورت ہو تو بحث و مباحثہ بھی کر لو لیکن وہ بحث ومباحثہ صرف حسین نہ ہو بلکہ اَحسن ہو یعنی حسین تر ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اسے پھوہڑ باتیں سمجھ لے۔

مومنین کو ہدایت کی گئی ہے: وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ کہ ان کے منہ سے کوئی پھوہڑ، لا یعنی اور لغو بات نہ نکلے۔ مومنین کو سراہے ہوئے راستے کی طرف ہدایت کی گئی ہے۔ اس لیے بحث ومباحثہ بھی کر لیجیے لیکن اچھا کیوں کہ یقیناً تمہارا رب اس کو بھی جانتا ہے جو راستے سے بھٹک گیا اور اس کو بھی جو راستے پر ہے۔

رسول سے فرمایا گیا: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ (تم اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ)۔ وہ بلاتے ضرور ہیں لیکن کیا آپ اپنے رب تک ایسے ہی پہنچ جاتے ہیں؟ رب تک ایسے کوئی نہیں پہنچتا۔ جب راستے کی طرف بلایا جا رہا ہے تو پتہ چلا کہ ہم سب راہ میں ہیں، ہم سب مسافر ہیں، پوری کائنات سفر میں ہے۔ کوئی اس میں ایسا نہیں جو سفر میں نہ ہو۔ سائنس داں تو کہہ رہے ہیں کہ یہ زمین چل رہی ہے، آسمان سفر میں ہے، چاند سفر میں ہے اور سب چیز سفر میں ہے تو یہ آدمی کیوں سفر میں نہ ہو؟ جب پوری کائنات سفر میں ہے تو انسان بھی سفر میں ہے۔ پتہ نہیں اپنا سفر کب سے شروع ہوا؟ بہت دن سے شروع ہوا ہے، ہم عالم ارواح سے چلے ہیں اور پھر یہاں دنیا میں آ گئے۔ بہت مختصر میں کہنے جائیں تو اس طرح کہہ دیں کہ ؎

از بیابانِ عدم تا سرِ بازارِ وجود
بہ تلاشِ کفنے آمدہ عریاں چندے

عدم (نہ ہونے کے جہاں) سے ہست (ہونے والی دنیا) میں چند بے لباس لوگ اس لیے آئے ہیں کہ اپنا کفن ڈھونڈ لیں جس دن کفن ملے گا سب چل دیں گے۔

ہم سب چوں کہ سفر میں ہیں اور سفر کے لیے راستہ ضروری ہے۔ سفر کدھر کریں؟ دنیا کہتی ہے آؤ ہمارے ساتھ سفر کرو ہمارے ساتھ ترقی کرو۔ یہود کہتے ہیں ہمارے ساتھ سفر کرو اور ترقی کرو۔ نصاریٰ کہتے ہیں ہمارے ساتھ چلو اور ترقی کرو نہیں تو پچھڑ جاؤ گے۔

سب اپنی اپنی طرف بلا رہے ہیں لیکن مدینے سے آواز آ رہی ہے کہ کسی کے ساتھ نہ چلو ہمارے ساتھ چلو۔ ہم جس راستے پر تمہیں چلا رہے ہیں اس پر چلو پھر تم چل کر دیکھ لو کہ کیا دنیا میں تمہارے برابر کوئی چل سکتا ہے؟ ہم صرف آخرت کی بات نہیں کر رہے ہیں۔ کوئی دنیا میں بھی تمہارے برابر نہیں چل سکے گا تم ذرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل کے تو دیکھو۔ جب یہاں آپ کے برابر کوئی نہیں چل سکتا تو وہاں آخرت میں کیا چلے گا؟ ہم لوگ سورۂ فاتحہ میں جس میں پورا قرآن سمٹ کر آ گیا ہے ایک ہی چیز مانگتے ہیں اور وہ ہے: اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ایک ہی دعا ہے۔ بس، خداوندا! مجھے سیدھی راہ چلا۔ یہاں بھی راستے کی بات ہے تو اسلام صرف روزہ نماز کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مکمل راستے کا نام ہے۔ وہ ایسا راستہ ہے جس پر پوری زندگی گزرنی چاہیے۔ افسوس ہے کہ اسلام کو لوگوں نے مسجد میں یا خانقاہ میں جمع کر دیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ آسمانوں میں اڑنا، پانی پر قدم جما کر چلنا، آگ کے شعلوں سے کھیلنا آسان ہے۔ لوگ کھیلتے بھی ہیں، آگ کا ماتم بھی کرتے ہیں اور آگ ان پر ماتم کرتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر ماتم کرتے ہیں اور کچھ تو ماتمی ہیں ہی۔ یہ سب آسان ہے لیکن سیدھی راہ چلنا آسان نہیں۔ یہ کہنے میں جتنی سیدھی ہے لیکن چلنے میں اتنی ہی کٹھن ہے مگر اللہ جس کے لیے چاہے آسان کر دے۔ یہ راہ سیدھی ہے، آسان ہے مگر اتنی ہی مشکل ہے۔ ورنہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے فرماتے: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ دین آسان ہے۔ اللہ جس کے لیے چاہے آسان کر دے۔

آپ کو سیدھی راہ چلنا ہے اللہ والے بھی سیدھی راہ کی طرف ہی بلاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ؎

بائیں رستے نہ جا مسافر سُن
مال ہے راہ مار پھرتے ہیں

ٹیڑھی راہیں بہت سی ہیں تم اُدھر مت جاؤ ہمیشہ سیدھی راہ پر جاؤ۔ سیدھی راہیں بھی بہت ہیں نماز کی، زکوٰۃ کی، حج کی، خلقِ خدا کی خدمت کی اور روزے کی۔ یہ سب سیدھی راہیں ہیں اسی لیے جمع کر کے بتایا گیا: وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا جو لوگ میری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ جب آپ کو چلنا ہو تو سیدھی راہ کا انتخاب کرو اس لیے کہ سیدھی راہ پر چل کر ہی

جنت میں پہنچو گے اور خدا تک پہنچو گے۔ سب سے بڑی خوش خبری یہ سنائی ہے کہ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بے شک میرا رب ہمیشہ سیدھی راہ پر ملتا ہے۔ اگر تمہارے دماغ میں یہ خیال ہے کہ میں بھی خدا سے ملوں تو سیدھی راہ چلو خدا سے بھی ملو گے اور رسولِ خدا بھی سے ملو گے۔ یہ سب سیدھی راہ چل کر ہی ہوگا۔ راستہ ضرور چلنا پڑے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راستہ ہی دکھاتے تھے پہلے فرمایا گیا:
یٰسٓ o وَ الْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ o اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o اس حکمت والے قرآن کی قسم بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ یعنی یہ کتاب بھی حکمت والی اور آپ بھی حکمت والے۔ آگے فرمایا گیا بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ یقیناً حضور سیدھی راہ پر ہیں یہ قدرت گواہی دے رہی ہے۔ مگر ہم سیدھی راہ پر ہیں؟ کوئی گواہی دینے والا ہے؟ ہماری بے بسی کا حال تو یہ ہے کہ ہمارا پڑوسی کہنے کو تیار نہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ خدا کہہ رہا ہے کہ تم سیدھی راہ پر ہو۔ ظاہر ہے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جدھر لے کر چلیں گے وہ خدا کی راہ ہوگی۔ اسی لیے اقبال نے ''وہ دانائے سُبُل'' کہا ہے یعنی حضور خدا کی سب راہوں کے جاننے والے ہیں۔ سب پر حضور چلے تو خدا تک وہی پہنچا جو حضور کے پیچھے چلا اس لیے ان کا دامن پکڑو اور خدا سے مل جاؤ۔

یہ سُبُل، سَبِیْلُ کی جمع ہے۔ حضور دانائے سُبُلُ ہیں۔ حضور سیدھی راہ دکھا رہے ہیں اور خدا بھی سیدھی راہ ہی پر ملتا ہے۔ شیطان کے پہرے بھی صرف سیدھی راہ پر ہیں ٹیڑھی راہ پر نہیں۔ اس نے قسم کھالی ہے کہ ہر راہ چلو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب آدمی غلط راہ چلتا ہے تو شیطان بیٹھ کر بیڑی پیتا ہے، سنیما جاؤ، مے خانے جاؤ، قمار خانے میں جاؤ کچھ نہیں ہوتا، قحبہ خانے جاؤ کوئی رکاوٹ نہیں۔ جتنی بُری راہیں ہیں ان پر اس کے بالکل پہرے نہیں۔ شوق سے جاؤ لیکن جیسے ہی آپ سیدھی راہ چلنے لگے آ کر کھڑا ہو گیا کہ میرے جیتے جی تم جاؤ گے تو میرا جینا ہی بے کار ہے۔ اس نے تو قسم کھالی ہے کہ میں سیدھے راستے ہی پر بیٹھوں گا۔ کلام پاک میں ہے: لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ میں ضرور ضرور انسانوں کی تاک میں بیٹھوں گا تیری سیدھی راہ پر۔ وہ سیدھی راہ پر بیٹھا ہے۔ نماز پڑھنے جاؤ تو کیا کیا رکاوٹ ہوتی ہے۔ کیا کیا حیلے بہانے تراشتا ہے تا کہ آپ کی جماعت چلی جائے۔ ذرا سی علالت ہوئی، کہا کہ روزہ چھوڑ دیجیے نہیں تو صحت خراب ہو جائے گی جب کہ روزہ صحت ہی کا نام ہے۔ ہم نے صحت کو بھوک میں پایا ہے۔ کھانا بیماری ہے بھوکا رہنا صحت ہے۔ تم صحت کو کھانے میں ڈھونڈ رہے ہو اسی لیے حدیث پاک میں ہے: صُوْمُوْا تَصِحُّوْا اگر صحت مند ہونا ہے تو روزہ رکھو۔ روزہ صحت مند کرتا ہے، کمزور نہیں کرتا۔

بہر کیف! ہر سیدھی راہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے۔ ہم اور آپ تو کیا ہیں حضرت خلیل اور حضرت ذبیح جو سیدھی راہ چل رہے تھے۔ باپ بھی سیدھی راہ پر اور بیٹا بھی مگر وہاں شیطان آ گیا۔ سیدھی راہ پر اتنے بڑے بڑے پہرے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جب سیدھی راہ پر شیطان بیٹھا ہوا ہے تو مجاہدانہ زندگی گزارو۔ سب سے بڑا جہاد وہ ہے جو نفس اور شیطان سے کیا جائے۔ جو جہاد میدان جنگ میں صحیح راہ سے روکنے والوں سے کیا جاتا ہے وہ چھوٹا جہاد ہے۔ اسی لیے ایک جنگ سے واپسی پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ نفس اور شیطان سے قدم قدم پر جنگ کرنا ہے۔ آپ سیدھی راہ پر چلنے کی کوشش کرو۔ ایک بات یہ کہ شیطان نے قسم تو کھالی کہ میں لوگوں کو سیدھی راہ نہیں چلنے دوں گا۔ جیسے بنی آدم نے ہماری جڑیں اکھاڑ کر پھینکی ہیں میں بھی ان کی جڑ اکھاڑ دوں گا۔ لیکن اس نے مایوسی بھی ظاہر کی کہ اِلَّا عِبَادَکَ الْمُخْلَصِیْنَ کہ بیٹھوں گا ضرور لیکن جو تیرے پیارے ہیں ان پر میرا اثر نہ ہوگا یعنی جو انبیاے کرام کے دامن سے، صدیقین کے دامن سے، شہداے عظام کے دامن سے، اولیاء اللہ کے دامن سے اور غوث و خواجہ کے دامن سے لپٹے ہیں ان پر اثر نہ ہوگا۔ میں انہیں گمراہ نہ کر سکوں گا۔ لہٰذا آپ تمام حضرات سے گزارش ہے کہ ان کا دامن پکڑو اور چلتے رہو اسی سیدھی راہ کا نام اسلام ہے۔

اُمت کی کامیابی

از:مفتی نسیم اشرف حبیبی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں نہایت واضح لفظوں میں ہر مسلمان کے لیے کامیابی حاصل کرنے ،خوشگوار زندگی گزارنے ، یہاں بھی خوش رہنے اور وہاں بھی خوش رہنے کا ایک بہت ہی آسان سانسخہ ارشاد فرمایا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ان کی راہ پر چلو جو میرے ہوگئے ۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دور کی اپنی اُمت کے لیے کامیابی ،سرفرازی اور خوشحالی کرنے کا یہی طریقہ حدیث میں بھی ارشادفرمایا: لَنْ يُفْلِحَ اٰخِرُ هٰذِهِ الامُةِ اِلَّا بِمَا اَفْلَحَ هٰذِهِ الامَّةُ اس زمانے کی امت کامیابی حاصل نہیں کرسکتی سوائے اس کے کہ وہ ان لوگوں کی پیروی کرے جو پہلے دور کے کامیاب لوگ تھے۔جس سے انہوں نے کامیابی حاصل کی تھی اسی راستے پرچل کر اس دور کے لوگ بھی کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ لن يفلح تاکید کے ساتھ سرکار نے فرمایا کہ ہرگز آخری زمانے کی امت کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ پہلے دور کی امت کی پیروی نہ کرے۔اعلیٰ حضرت نے نعت پاک کے ایک شعر میں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ثنا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یارسول اللہ! آپ کے بلند مقام ومرتبے کو کون سمجھ سکتا ہے۔وہاں تک کس کی رسائی ہے لیکن تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا۔جو آپ کے غلام ہیں اگر کوئی ان کے ایک ایک نقش قدم کی پیروی کرے ان کے پیچھے پیچھے چلے تو یہی اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے۔اس کے علاوہ کوئی راستہ اللہ تک پہنچنے کا اللہ کی رضا حاصل کرنے کا نہیں ہے۔

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بھٹک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

جس کے پاس یہ فارمولہ ہو کہ ہمیں ہر کام دور اول کی عظیم ہستیاں صحابہ، خلفائے راشدین اور تابعین کی مرضی کے مطابق کرنا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا۔اسے یہاں بھی سرخروئی حاصل رہے گی اور وہاں بھی۔جس طرح آج ہم لوگ اپنے عہدوں پر،اپنی دولت اور اپنی بلڈنگوں پر ناز کرتے ہیں اسی طرح تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ صحابہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ ہم رسول اللہ کے غلام ہیں سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہم نے زمانہ پایا اور ہمیں سرکار کی صحبتیں میسر آئیں۔ایک صحابی نے ارشاد فرمایا: یارسول اللہ! ہم کتنے خوش نصیب ہیں کہ ہم نے آپ کا زمانہ پایا آپ کی صحبت حاصل کی آپ سے سیکھتے رہے۔سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمینی دیکھو کہ اِس زمانے کی اپنی اس غریب امت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: نَعَمْ وَلَكُمْ اَحْسَنُكُمْ مَنْ لَّمْ يَرَوْنِيْ وَاٰمَنُوْا بِيْ لیکن تم سے بھی بہتر وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہے لیکن مجھ پر ایمان لے آئے۔کون ہیں وہ لوگ جنہوں نے دیکھا نہیں مگر سرکار پر ایمان رکھتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اپنی جانیں اور اپنا مال نچھاور کرتے ہیں اور سرکار کی غلامی پر ناز کرتے ہیں یہی اُمت یعنی آپ ہیں۔آپ کی ذمے داری ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق اپنی گردن میں ڈالیں اور یہ سمجھیں کہ یہی دنیا وآخرت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

اعزنا الله بالاسلام فمن اراد العزة بدون الاسلام اذله الله

اللہ نے ہمیں جو عزت عطا کی ہے یہ سب اسلام کی برکت ہے اور جو اس کے بغیر عزت حاصل کرنا چاہے اسے اللہ ذلیل فرمادے گا۔عرب دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے آپ کے سامنے ہے۔ان کو دولت ،سطوت، سلطنت اور حکومت کے تکبر نے ایسا اندھا بنا دیا ہے کہ وہ یہ بھول گئے ہیں کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں ہیں۔وہ اسی عرب میں پیدا ہوئے تھے اسی عرب میں اسلام آیا تھا اسی عرب میں قرآن نازل ہوا تھا لیکن انہوں نے قرآن کو ایک طرف چھوڑا رسول اللہ کی غلامی کو ایک طرف چھوڑا۔نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔اقبال نے بڑی پیاری بات کہی ہے۔اس زمانے میں اقبال نے عرب قوم کو تنبیہ کردی تھی کہ تم جس راستے پر چل رہے ہو یہ راستہ تمہیں تباہی کی طرف لے جانے والا ہے۔تمہارے اندر عرب قومیت کا جو افتخار پیدا ہو رہا

ہے کہ ہم عرب ہیں ہمارے پاس سرمایہ ہے ہمارے مقابلے میں کوئی قوم نہیں ہوسکتی ہے۔اقبال نے کہا تھا:

نہیں حدود و طغور سے تیرا وجود
محمد عربی سے ہے عالم عربی

یہ جو باؤنڈریاں تم نے بنائی ہیں کہ یہ تمہارا ہے یہ ہمارا ہے۔تم یہاں کے بادشاہ ہم وہاں کے بادشاہ ہیں۔ یہ تیل کی دولت تمہاری ہے یہ تیل کا کنواں ہمارا ہے۔ یہ مصر ہمارا ہے یہ تیونس تمہارا ہے۔ یہ الجزائر تمہارا ہے یہ لیبیا اس کا ہے۔تم اس پر ناز کرتے ہو کہ ہم اس ملک کے حکمراں ہیں بادشاہ ہیں۔اس سے کچھ نہیں حاصل ہونے والا تمہارا وجود اس ملک، اس حکومت اور تمہاری خوش خیالیوں کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود پاک کی برکت سے اس کا وجود اور اس کا اعزاز ہے۔اگر اس سے ہٹے تو پھر وہ دن دیکھنا نصیب ہوگا جو آج ہو رہا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ومحبوب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس اُمت پر کیسا کرم فرمایا کیسی نعمتیں عطا فرمائیں۔ دین ودنیا کی کون سی نعمت ہے جو اللہ نے اپنے نبی کے ماننے والوں کو نہیں عطا فرمائی۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اُمت کو آگاہ فرمادیا کہ دیکھو ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ اس میں دین پر ثابت قدم رہنا اتنا مشکل ہوجائے گا جتنا ہاتھ کی ہتھیلی پر جلتی ہوئی چنگاری کا رکھنا۔آگ کا کوئی ٹکڑا یا جلتی ہوئی چنگاری ہاتھ پہ رکھی جائے تو ہم ذرا دیر کے لیے بھی برداشت نہیں کرسکتے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانے کے لیے اور دین پر ثابت قدم رہنے کے لیے وہی نسخہ بتادیا کہ لن یفلح اٰخر ھذہ الامۃ الا بما افلح اول ھذہ الامۃ سرکار فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں صحابہ کا ایک وفد کسی سیاسی مسئلے پر گفتگو کرنے کے لیے روم بھیجا گیا صحابہ وہاں پہنچے رومن سلطنت اس زمانے میں آج کی سپر پاور کی طرح تھی۔بات چیت ہو رہی تھی کہ کھانے کا وقت ہوگیا تو کھانا لگادیا گیا۔ رومن تہذیب کے مطابق مہمان کو وقت پر کھانا کھلانا بہت ضروری سمجھا جاتا تھا۔صحابہ نے کھانا شروع کیا ایک صحابی کے ہاتھ سے لقمہ پھسل کر زمین پر گر پڑا وہ فوراً جھک کر اس گرے ہوئے لقمے کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔دوسرے صحابی نے انہیں اشارہ کیا کہ ایسا مت کرو۔یہ یہاں کی تہذیب میں بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔اس سے ہماری ناقدری ہوگی اور ہمارا وقار ان کی نگاہ میں کم ہوجائے گا۔سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور سرکار کی ایک ایک ادا کو اپنی زندگی کا قانون بنانے پر صحابہ کا یقین اتنا زیادہ تھا کہ اس صحابی نے ببانگ دہل بلند آواز سے بغیر کسی شرمساری کے ارشاد فرمایا۔أَأَتْرُكُ سُنَّةَ حَبِيبِي لِهٰؤُلَاءِ السُّفَهَآءِ۔کیا ہم اپنے پیارے رسول کی سنت ان احمقوں کو راضی کرنے کے لیے چھوڑ دیں اور ان کی نظر میں باعزت بننے کے لیے ہم اپنے رسول کی پیاری سنت چھوڑ دیں۔یہ نہیں ہوسکتا یہ تو سرکار کی سنت ہے کہ اگر لقمہ گر گیا تو اٹھالو اور صاف کر کے کھالو کہ اس میں اللہ نے برکتیں رکھی ہیں۔معلوم نہیں لقمے کے کون سے حصے میں اللہ نے کون سی برکت رکھی ہے۔

آپ یہاں دین سیکھنے، دین سمجھنے اور دین کو اپنی زندگی بنانے کا جذبہ لے کر آئے ہیں۔ دین ہی زندگی ہے جس طرح انسان زندہ رہنے کے لیے ہوا پانی اور آکسیجن کا محتاج ہے اسی طرح انسان زندہ رہنے کے لیے دین کا محتاج ہے۔ بغیر دین کے ایک انسانی زندگی کامیاب نہیں ہوسکتی۔اقبال نے اللہ سے دعا کی۔وہ دین فہم تھے اور جو اسلامی عقیدہ ہے وہ اس کو جانتے اور سمجھتے تھے۔صحیح اسلامی عقیدے میں یہ بات شامل ہے کہ اسلاف کی پیروی کرو اور ان کی غلامی اختیار کرو۔انہوں نے دعا میں کہا:

عطا اسلاف کا سوزِ دروں کر
شریک زمرۂ لایحزنوا کر

اے اللہ! تو نے جو سوز ان کے دلوں میں عطا فرمایا تھا۔ جو صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی مرتضیٰ اور طلحہ وابوذر کو ملا تھا اس سوز دروں کا کوئی حصہ مجھے بھی عطا فرمادے اسلامی امت کو عطا فرمادے۔اس سوز کے بغیر ایمان کی شمع دلوں میں روشن نہیں ہوتی۔ جب وہ سوز دل میں اتر جائے تب وہ شمع روشن ہوجاتی ہے۔اولیائے کرام کے بارے میں وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کی آیت آپ پڑھتے سنتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی صفت بیان فرمائی کہ یہ لایحزنون والے ہیں یہ لاخوف والے ہیں۔اقبال دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں انہیں کی جماعت میں شامل فرمادے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مجھ گنہ گار اور آپ سب کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسی راہ پر چلیں جس راہ پر ہمارے اسلاف کرام چلتے رہے۔

زبان کی حفاظت اور خواتین

از: مولانا محمد شاکر نوری

آج پوری دنیا میں یہ بات کہی جارہی ہے کہ اُمت مسلمہ کے مرد ہوں یا خواتین بے راہ روی کے شکار ہیں، قانون مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی پیروی سے کوسوں دور ہیں، ان کی زندگی اللہ رب العزت اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نافرمانی میں گزر رہی ہے اور ان میں مغربی تہذیب کا عشق جنون کی حد تک موجود ہے۔ انٹرنیٹ یا الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے جس طریقے سے مضر اخلاق باتوں کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اس کا اثر معاشرے کے ہر فرد قبول کر رہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بے راہ روی کی طرف بڑھتے اس قدم کے پیچھے کوئی ایسی چیز ہے جو ہمیں اس کے لیے مجبور کررہی ہے؟ تاجدار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ اور صحابیات جو اللہ کے برگزیدہ بندے تھے ان کی زندگیوں کو جس کسی نے اپنے لیے مشعل راہ بنایا وہی کامیاب ہوا۔ آخر ان کے پاس کون سا سرمایہ تھا جس کی بنیاد پر ان کی آغوش سے پرورش پانے والا کوئی امام اعظم ہوا، کوئی غوث اعظم، کوئی خواجۂ اعظم، کوئی مجدد اعظم، کوئی محدث اعظم اور کوئی مفتی اعظم۔ ہمیں اس اصل کو تلاش کرنا ہے کہ آخر رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام و صحابیات کے پاس وہ کون سا جذبہ تھا جو انہیں تعلیمات رسول کی اتباع کی تحریک دیتا تھا۔ آپ اپنے ضمیر میں جھانک کر دیکھیں کہ کیا وہ سرمایہ کما حقہ ہمارے پاس موجود ہے؟ تب آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ ہمارا سرمایہ بالکل ختم ہونے کے قریب ہے۔ یہ وہی سرمایہ ہے جو صحابیات کو اپنے بچوں کو میدان جنگ میں بھیجنے سے لے کر دعوت دین کے لیے وطن چھوڑنے پر آمادہ کردیا کرتا تھا۔

صحابیات کی زندگی کا مطالعہ کریں تو پتہ چلے گا کہ ان کے دل کو اللہ نے اپنے رسول کی محبت اور عشق سے لبریز کردیا تھا جس کی بنیاد پر صحابیات نہ ماں کی پرواہ کرتی تھیں، نہ بھائی کی، نہ باپ کی، نہ شوہر کی اور نہ اولاد کی۔ بس ان کی نگاہوں میں مکین گنبد خضریٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمائے ہوئے تھے۔ خواتین جانتی تھیں کہ رسول اعظم کی بعثت سے پہلے ان کی ولادت لوگوں کے لیے کتنی تکلیف دہ تھیں اور ان کا مقام و مرتبہ کیا تھا مگر اللہ کے نزدیک اور خود پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک خواتین کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ ہے۔ صحابیات کی زندگیوں کو سمجھو کہ انہوں نے بارگاہ رسالت سے کتنی برکتیں اور کتنا فیض حاصل کیا۔ ایک صحابیہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ان کے گھر آرام کے لیے تشریف لے جاتے۔ نیند کی حالت میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانیٔ مبارک پر جب پسینہ ظاہر ہوتا تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پسینے کو شیشی میں بھر لیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی اور اُم سلیم کو پسینہ لیتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: اُم سلیم! کیا کررہی ہو؟ عرض کرتی ہیں: یارسول اللہ! برکت حاصل کررہی ہوں۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اُم سلیم! پانی پلاؤ۔ وہ جب پانی کا مشکیزہ لینے کے لیے بڑھیں تو آقا نے ارشاد فرمایا: اُم سلیم! مشکیزہ ہی لے کر کے آجاؤ۔ مشکیزہ لایا گیا۔ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشکیزے کو اپنے منہ پہ لگایا اور پانی پینے کے بعد جب مشکیزہ لوٹایا تو اُم سلیم نے مشکیزے کی جس جگہ پر مصطفیٰ پیارے کے لب لگے تھے اس جگہ کو کاٹا اور اس ٹکڑے کو زندگی بھر کر سنبھال کر رکھا کہ اس ٹکڑے کو محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت ہے۔ یہ ان کا عشق تھا اور یہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت تھی۔

خواتین کے نیک جذبات کی داستانیں تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ حضرت اُم عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنگ اُحد کے موقع پر صحابۂ کرام کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ جب جنگ فتح سے شکست میں بدل رہی تھی تو اس سے پہلے کہ کوئی رسول پر حملہ کرتا وہ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب میں آگئیں اور وہیں پر کھڑی ہوگئیں تاکہ کوئی رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک نہ پہنچ سکے۔ ایک شخص جو موذی تھا رسول اعظم کو تکلیف دینے کے درپے تھا۔ جب حضرت ام

عمارہ نے اسے دیکھا تو اس کو زدوکوب کیا اور اس پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ وہ زخمی ہو گیا اور اُم عمارہ کو بھی زخم آیا۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم عمارہ کو جب زخم سے نڈھال دیکھا تو ارشاد فرمایا: اُم عمارہ کی ڈریسنگ کی جائے۔ ان کی ڈریسنگ کی گئی۔ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرط مسرت میں اپنی صحابیہ کے عشق اور اس کے جذبۂ جاں نثاری کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے اُم عمارہ! بتا تو کیا چاہتی ہے؟۔ اُم عمارہ نے عرض کیا کہ آقا! جس طریقے سے آپ نے اپنی خدمت کے لیے میرا انتخاب کیا ہے میں جنت میں بھی آپ کی رفاقت چاہتی ہوں اور قیامت میں بھی آپ کے قرب کی دولت سے مشرف ہونا چاہتی ہوں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دست کرم اٹھائے اور اُم عمارہ کے لیے دعا فرمائی۔ اُم عمارہ نے اس وقت کہا کہ اب آقائے کریم کی دعا کے بعد میرے لیے دنیا کی کوئی مصیبت، مصیبت نظر نہیں آتی۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت تھی جو افسوس آج دلوں سے رخصت ہو گئی۔ یہ جذبۂ عشق سرد پڑ گیا۔ اپنے ضمیر میں جھانک کر کے دیکھو کہ کون سی محبت دل میں ہے؟ دنیا کی یا رسول کی۔ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اسی کا انداز اختیار کیا جاتا ہے، اس کی بات سنی جاتی ہے اور اس کی روش پر چلا جاتا ہے۔ آج یہی محبت کمزور پڑ گئی ہے جس کی وجہ سے مرد ہوں یا خواتین رسول اعظم کے طریقوں سے فاصلہ بنا چکے ہیں۔ کچھ باطل تحریکیں رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کو کمزور کرنے کے لیے جد وجہد کر رہی ہیں۔ امام احمد رضا کی عظمتوں پر قربان کہ انہوں نے عشق رسول کی شمع جلانے اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی کی آخری سانس تک لاکھوں دلوں میں محبت رسول کی شمع روشن فرمائی اور پھر یہ دعا بھی کی:

ایسا گُما دے ان کی وِلا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

آج اگر عورتیں یا مرد بے راہ روی کے شکار ہیں تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کم ہوتی جا رہی ہے۔ محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں قربانی دینے والی خواتین کی داستانیں سنیں تاکہ آپ کے اندر بھی عشق رسول کی کچھ رمق پیدا ہو سکے۔ حضرت اسماء، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ننھی سی بچی ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کے لیے نکل رہے تھے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتے تھے۔ اس موقع پر حضرت اسماء بھی موجود تھیں۔ ان کے سامنے سرکار کچھ بات کہنے سے گریز کر رہے تھے تو صدیق اکبر نے کہا کہ حضور! فکر نہ کریں یہ سب آپ کے قدموں پر قربان ہونے کے لیے ہیں۔ آقائے کریم نے ہجرت فرمائی اور غار ثور میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اعظم اور صدیق اکبر کے لیے اپنے گھر سے اپنے ازار بند میں باندھ کر کھانا لے جایا کرتیں اور رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک چھپ چھپ کر ڈر ڈر کر کسی بھی طریقے سے پہنچایا کرتیں۔ ایک مرتبہ وہ کھانا پہنچا کر لوٹ رہی تھیں کہ ابو جہل کی نظر پڑ گئی اس نے کہا: اسماء! بتاؤ تمہارے والد اور محمد عربی کہاں ہیں؟ حضرت اسماء نے فرمایا: میں جانتی تو ہوں لیکن بتا نہیں سکتی۔ ابو جہل نے کہا: میں تمہیں ختم کر دوں گا۔ ابو جہل نے انہیں اتنا مارا کہ ان کا سر زخمی ہو گیا اور سر سے خون بہنے لگا لیکن حضرت اسماء نے فرمایا: ابو جہل! یہ ایک ننھی جان تو کیا اگر سو جانیں بھی ہوں تو بھی میں محمد پر قربان کر دوں گی لیکن کبھی اپنے نبی کو تیرے حوالے نہیں کر سکتی۔

وہ کون سی خرابی ہے جس نے معاشرے کے امن کو ختم کر دیا، جس نے گھر گھر میں آگ لگا دی، جس نے انسانوں کا سکون چھین لیا اور جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی کے درمیان نا اتفاقیاں جنم لے رہی ہیں۔ اس حوالے سے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ارشادات پیش ہیں شاید یہ آپ کے دل میں سچی محبت کا جذبہ پیدا کر سکیں اور آپ اپنے نبی کے فرمان پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زبان کو پکڑ کر موڑ رہے تھے۔ فاروق اعظم نے دیکھا عرض کیا: ابو بکر! اللہ رب العزت تم پر کرم کی نظر فرمائے یہ کیا کر رہے ہو؟ سیدنا صدیق اکبر نے جواب دیا: عمر! یہ زبان ہی ہے جو سب سے زیادہ ہلاک کرنے والی ہے۔ پتہ یہ چلا کہ زبان کا صحیح استعمال ہو تو انسان کو بلندی نصیب ہو جاتی ہے اور زبان کا غلط استعمال ہو تو یہی زبان تباہی کے دہانے پر پہنچا دیتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں لے جانے والی چیزوں میں سے جو چیز سب سے اہم سبب بنے گی وہ زبان ہی ہے۔ حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا: فِدَاکَ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ

اللّٰہِ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) نجات کی صورت کیا ہے یا نجات کن چیزوں میں ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین چیزوں کا ذکر فرمایا۔ اول یہ کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ دوسری چیز بیان فرمائی کہ تمہارا گھر تمہارے لیے کافی ہوجائے بلا وجہ بغیر کسی کام کے گھر سے نکلنے کے بجائے گھر میں رہنا تمہارے لیے کافی ہوجائے اور تیسری بات یہ فرمائی اگر کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اس پر روؤ۔ آج یہی زبان بے قابو ہوچکی ہے۔ وہ کون سا موقع، کون سا محل اور کون سی جگہ ہے جہاں پر زبان بے لگام نظر نہیں آتی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کبھی کبھی انسان اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کے بارے میں اسے خیال بھی نہیں ہوتا لیکن اللہ اس بات کو پسند فرما کر ہمیشہ کے لیے اس سے راضی ہوجاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ کو وہ بات ناپسند ہوتی ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اللہ اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔

آپ کم بولوگی تو اللہ عزت عطا فرمائے گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ زبان سے نکلے ہوئے کلمات ریکارڈ نہیں ہوتے۔ یہ غلط فہمی ہے۔ سائنس کی ترقی یہ بتا رہی ہے کہ آواز ریکارڈ کرلی جاتی ہے۔ اللہ عزوجل کی عظمت والی کتاب میں ہے: مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ کوئی لفظ تمہاری زبان سے نہیں نکلتا مگر نوٹ کرنے والا فرشتہ اسے محفوظ کرلیتا ہے۔ جب دنیا میں ہماری باتیں ریکارڈ کرلی جاتی ہیں تو یہی جملے جو رجسٹر میں ریکارڈ کیے گئے ہیں قیامت کے دن جب یہ رجسٹر بندوں کے ہاتھ میں دیا جائے گا تو میرا رب حکم دے گا: اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ اپنا نامۂ اعمال پڑھ۔ اب وہ بندہ یا بندی جو دنیا میں اپنی زبان کو بے لگام چلاتے رہتے ہیں ان کے دفتر میں جب یہ لغویات موجود ہوں گی تو اس وقت ہمارا انجام کیا ہوگا۔

خواتین کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ اِدھر کی سنیں اُدھر لگائیں اُدھر کی سنیں اِدھر لگائیں۔ آپ اس کا انجام جانتی ہیں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم قیامت میں سب سے بُرا دو منہ والے کو دیکھو گے جو دنیا میں ایک منہ پر کچھ کہتا ہے اور دوسرے منہ پر کچھ۔ یہ لگائی بجھائی کا کام قیامت کے اندر رسوا کردے گا آخرت کے عذاب میں گرفتار کردے گا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مزید ارشاد فرمایا: دنیا میں دو منہ والے کو قیامت کے دن آگ کی دو زبانیں دی جائیں گی۔ مجھے بتاؤ کہ آگ کا ایک معمولی حصہ بھی ہم ہاتھ پر برداشت نہیں کرسکتے جب زبان ہی آگ کی ہوجائے گی اور دو زبانیں ہوجائیں گی تو اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کیا منہ دکھاؤ گے اور کیسے ان تکلیفوں کو برداشت کروگے؟

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی عورت کے بچے کے گُم ہونے کی خبر ہوتی ہے یا کسی عورت کو اس کے بچے کے انتقال کی اطلاع دی جاتی ہے تو ڈھارس بندھانے والے تسلی دینے والے اسے تسلی دیتے ہیں کہ بہن غم نہ کرو اللہ کے فیصلے پر راضی رہو۔ وہ انہیں صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ جانتی ہیں کہ صبر کی تلقین کرنا اور تسلی بھرے جملے استعمال کرنا اللہ کو کتنے پسند ہیں؟ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان تسلی آمیز جملوں کے عوض میں اللہ تسلی دینے والے کو جنت میں قیمتی لباس عطا فرمائے گا۔ ایسے ہی کسی کے بچے کے گُم ہونے یا کسی کے بچے کے مرجانے پر اگر اس عورت کے ساتھ کسی کی چپقلش رہی ہو اور وہ عورت یہ کہے کہ اس کو اس کے کیے کی سزا مل گئی۔ تسلی کے بجائے اس مومنہ عورت کی پریشانی پر وہ خوش ہو تو اللہ اس عورت کو اس وقت تک موت نہ دے گا جب تک کہ اسے اس پریشانی میں گرفتار نہ فرمادے۔

رسول اعظم سے سچی محبت پیدا کرو۔ باپ، ماں، رشتے دار، اعزہ اقربا اور سارے انسانوں سے زیادہ حضور سے محبت کرو۔ حضور کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرو۔ میں آپ کے گھر کو جنت بنانے کا ایک نسخہ بتاؤں۔ ایک بہن نے میرے پاس فون کیا کہ ''میرے گھر میں بلا وجہ جھگڑے ہوتے رہتے ہیں مجھے بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور اب میں آؤٹ آف کنٹرول ہوچکی ہوں۔ میری بھی آواز تیز ہوجاتی ہے اور میں بھی بلند آواز سے گھر میں بولنے لگتی ہوں جس سے گھر کے اندر جھگڑا ابڑھتا جارہا ہے۔ آپ دعا کریں یا کوئی نسخہ بتائیں تاکہ جس سے میرے گھر کے یہ جھگڑے فساد ختم ہوجائیں''۔ میں نے اس بہن سے کہا کہ جھگڑے شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اس کا نسخہ اللہ اور اس کے رسول سے سچی محبت ہے اس نسخے پر آپ بھی عمل کرکے دیکھو۔ قرآن نے جھگڑے کا جو حل بتایا ہے وہ یہ ہے: وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ جب شیطان تمہیں جھگڑے کے لیے ورغلائے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ اگر جھگڑا کرنے والا چلا کر بات کررہا ہو

جھگڑے پر آمادہ کر رہا ہو تو تم اس موقع پر اللہ کی پناہ مانگو یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کثرت سے پڑھتی رہو۔ کبھی بلا وجہ تم پر کوئی الزام لگائے تم تو بے قصور ہو۔ قرآن کہتا ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (المومون ۹۶) تم اچھی انداز سے اپنا دفاع کرو۔ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حم سجدہ ۳۴) تمہارے اور اس کے درمیان جو عداوت تھی اللہ اس کو جگری دوستی میں تبدیل فرمادے گا۔ میں نے اس بہن سے مزید کہا کہ یہ میرا فارمولہ نہیں بلکہ یہ میرے رب کا عطا کردہ فارمولہ ہے۔ اس پر سختی سے عمل کرو تم آواز بلند نہ کرنا اللہ تمہاری نفرتوں کو محبت میں بدل دے گا۔ اس نے وعدہ کیا اور چند دنوں کے بعد اس کا فون آیا اور روتے ہوئے اس نے دعائیں دیں کہ میں نے اس آیت پر عمل کرنے کا عزم مصمم کرلیا تھا اور جب سے اس پر میں نے عمل کیا جھگڑے ختم ہوگئے اور اللہ نے محبت پیدا فرمادی۔ یاد رکھیے کہ اللہ کی کتاب صرف میتوں پر پڑھنے کے لیے یا صرف طاق کی زینت بنانے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ اس پر عمل کیا جائے اور اس کے قانون پر عمل کیا جائے۔

ایک الجھن یہ بھی ہے کہ بہت ساری جوان بچیاں بن بیاہی گھروں میں بیٹھی ہیں جس کا ٹینشن ہر ماں باپ کو ہے۔ اسی ٹینشن کا کبھی غیر مقلد فائدہ اٹھاتے ہیں اور کبھی مودودی۔ جب ایسے رشتے غلامانِ رسول کے گھر آتے ہیں تو بچیوں کے ماں باپ اپنی بچیوں کو کسی بھی طریقے سے بیاہنے کے لیے تیار ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ نبی کے گستاخ سے رشتہ نہ دنیا میں فائدہ اور سکون دے سکتا ہے اور نہ آخرت میں۔ صبر کا دامن تھامے رکھو، تلاوت کرو، نبی پہ بھروسہ کرو، زندگی کو رسول کی اتباع میں گزارو، درود و استغفار کی کثرت کرو اللہ رب العزت غیب سے کسی عاشق رسول کا انتظام فرمادے گا۔ میں اس کے لیے بلکہ ہر جائز تمنا کے لیے آپ کو ایک نسخہ بتا رہا ہوں۔ رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مؤمنین اور مؤمنات کے لیے دن میں ستائیس مرتبہ مغفرت کی دعا کرے اللہ رب العزت اسے مستجاب الدعوات بنادے گا اور اس کے عوض روزی عطا فرمائے گا۔ پنج گانہ نماز کے ساتھ ساتھ ستائیس مرتبہ مؤمنین و مؤمنات کے لیے مغفرت کی دعا کرو۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اسے "الامن والعلی" میں نقل فرمائی ہے۔ دوسری بات یہ کہ گھر کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لیے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرو کہ رات کو سونے سے پہلے بستر کو تین مرتبہ جھاڑ لو۔ اس سے میاں بیوی کے جھگڑے نہیں ہوتے اور تیسری بات یہ کہ باوضو اور درود شریف پڑھتے ہوئے کھانا بناؤ اور اپنے بچوں کو بھی درود مبارک کا عادی بناؤ۔

آپ اپنی سوچ اور اپنی فکر کو تبدیل کریں۔ اپنی زبان کا استعمال اللہ اور اس کے رسول کے قانون کے مطابق کریں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ بولے تو اچھی بات بولے ورنہ چُپ رہے بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ خاموشی اختیار کرنا سات سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ سرکار علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ جو چُپ رہا اس نے نجات پائی۔ قرآن کہتا وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ ۸۳) لوگوں کے لیے اچھی بات بولو، دعائیں کرو، بھلائی کی دعوت دو اور برائیوں سے روکو۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذمہ لیا میں اس کی شفاعت کا ذمہ لیتا ہوں۔ اس لیے آج ہی سے فضول باتیں، لغویات، گانا بجانا بند کرو۔ آج کے بعد زبان کھلے تو اچھی باتوں کے لیے اور دل دھڑکے تو محبت رسول کے لیے دھڑکے۔

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ علیل تھے اور اس زمانے کی ایک مشہور عابدہ حضرت آمنہ رملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب ان کی بیماری کے بارے میں پتہ چلا تو وہ آپ کے پاس بغداد پہنچیں۔ انہوں نے وہاں حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دیکھا۔ امام احمد ابن حنبل نے بشر حافی علیہ الرحمہ سے پوچھا یہ خاتون کون ہیں؟ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: حضور! یہ آمنہ رملہ ہیں۔ حضرت امام احمد ابن حنبل نے حضرت بشر حافی سے فرمایا کہ آپ ان سے کہیں کہ ہمارے لیے دعا کریں۔ حضرت بشر حافی نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے دعا کی گزارش کی۔ حضرت آمنہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا: اے اللہ! بشر حافی اور احمد ابن حنبل دونوں جہنم سے بچنے کے طلبگار ہیں ان دونوں کو جہنم سے بچا۔ حضرت امام احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ کی دعا کے بعد رات کو جب میں سویا تو ایک پرچہ میرے اوپر گرا جس میں لکھا ہوا تھا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہم نے آمنہ کی دعا تو قبول کرلی اگر اس سے زیادہ بھی تمہارے لیے طلب کیا جاتا تو ہم تمہیں عطا فرماتے۔ آپ سوچو کہ جن کی پیروی غوث پاک کرتے ہوں ان کے حق میں ایک عورت کی دعا قبول ہو رہی ہے۔ وجہ کیا ہے؟ وجہ یہی ہے کہ وہ عورت عابدہ، زاہدہ، پرہیزگار اور اچھی بات اپنی زبان سے نکالنے والی تھیں۔ رب تعالیٰ ہم سب کو توفیق بخشے۔

اسلام پسند بننے کے ساتھ اسلام کے پابند بنیں

از:مولانا محمد شاکر نوری رضوی

آج امت مسلمہ کے ذہن میں ایک سوال ابھر رہا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، اللہ کو ایک مانتے ہیں، رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا آخری نبی مانتے ہیں، قرآن کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں مگر ان ساری چیزوں کے باوجود پوری دنیا میں مسلمانوں کا جائزہ لیا جائے تو وہ دیگر اقوام کے مقابلے کافی پستی کی طرف نظر آتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہمارا دین سچا ہے تو آخر کیا بات ہے کہ دنیا میں ہمیں عروج نصیب نہیں ہو رہا ہے۔ فاروق اعظم، خالد بن ولید اور فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہم کی قبول اسلام سے پہلے کی زندگی دیکھیے تو پتہ چلے گا کہ آغوش اسلام میں آنے کے بعد جب تک ان حضرات نے اللہ رب العزت کے فرمان پر عمل اور اس کی نعمتوں کی قدر کی تو اللہ نے انہیں عزت عطا فرمائی۔ موجودہ دور کا مسلمان اپنی پریشانی کا علاج تلاش کر رہا ہے زوال کے اسباب کو تلاش کر رہا ہے مگر اس کا علاج اور اس کی ترقی صرف اور صرف اسلام میں ہے۔ اس بات کو اچھی طرح ذہن میں رکھیں کہ اللہ کسی بندے پر ظلم نہیں فرماتا اللہ کسی بندے کو نعمت دے کر چھینتا نہیں۔ وہ اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے لیکن بندہ ہی جب اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرے تو بندہ خود اپنے وجود پر ظلم کرتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ اس سے نعمت چھین لیتا ہے۔ ہمارے پاس جب سرمایہ تھا، اقتدار تھا، عزت کا تاج تھا تو ہم جب تک کہ ان ساری چیزوں کا استعمال قرآن اور حدیث کی روشنی میں کرتے رہے اللہ نے اسی میں اضافہ فرمایا یہی وجہ ہے کہ تنہا فاروق اعظم نے مختصر سی مدت میں دنیا کے کئی حصوں پر اسلام کے پرچم کو لہرایا تھا۔ وجہ یہی تھی کہ وہ قانون الٰہی اور قانون رسول کے پابند تھے۔ آج ہمارے حالات اس لیے بدلے ہیں ہم تباہی کے دہانے پر اس لیے پہنچ گئے کہ ہم نے اپنے آپ کو بدل دیا ہم نے اپنے وجود پر اللہ عزوجل کے قانون کو نافذ کرنے کے بجائے قدم قدم پر اسے توڑنا شروع کیا نتیجہ یہ ہوا کہ جو عزت تھی وہ چھین لی گئی اللہ نے مقام عطا فرمایا تھا وہ چھین لیا گیا۔

آپ معاشرے کا جائزہ لیں۔ جب ایک انسان اپنے آپ کو بدلتا ہے تو اللہ رب العزت اس کی زندگی میں کتنا بڑا انقلاب لاتا ہے اور اس کی تبدیلی پروردگار جل جلالہ کی بارگاہ میں کتنی مقبول ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ ابن یمان کے پاس حضرت فاروق اعظم حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں: اے حذیفہ! تم رازدارِ رسول ہو تمہیں مدینے کے ایک ایک منافق کے بارے میں معلومات ہے تم جانتے ہو کہ کون منافق ہے اور کون مومن؟ وہ فاروق اعظم جن کے حوالے سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے بعد اگر کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو وہ عمر فاروق ہوتے، جن کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہوں اور جو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین کے وزیر ہوں۔ وہ حضرت حذیفہ سے روتے ہوئے عرض کرتے ہیں: اے حذیفہ! مجھے بتاؤ میرا نام مؤمنین میں ہے یا منافقین میں۔ آپ ذرا غور کیجیے کہ اتنے اونچے مرتبے پر فائز صحابی رسول اپنے وجود کے حوالے سے احتساب کر رہے ہیں۔ مگر آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم بیٹے کو سدھرا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں سوسائٹی کو سدھرا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں لیکن ہمارے پاس اتنا وقت نہیں کہ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ ہم کیا ہیں۔ جب سے ہم خود احتسابی کے جذبے سے عاری ہوئے اور کچھ نہ ہو کر خود کو ہم نے بہت کچھ سمجھ لیا تو تباہی ہمارا مقدر بن گئی۔ بندہ خود ایسے کام کرتا ہے جس کی بنیاد پر عزت کا تاج اس سے چھین لیا جائے اور ذلت کی وادیوں کے اندر اسے ڈھکیل دیا جائے۔

قوم کا ایک طبقہ یہ تصور کرتا ہے کہ نیکیاں مولانا کریں تلاوت اور وظائف علما کریں لیکن ہم اپنی زندگی عیش وطرب میں گزارتے رہیں گے۔ یاد رکھیے کہ قرآن نے ایک طبقے کے بدلنے کی بات نہیں کی پوری قوم کے تبدیل ہونے کی بات کی ہے۔ قوم کا ہر فرد جب تک تبدیل ہونے کے لیے تیار نہیں ہوگا اس وقت تک قوم کی حالت نہیں بدل سکتی۔ میں ایک مثال سے آپ کو سمجھاؤں کہ جب پوری قوم کچھ

دنوں کے لیے بدل جاتی ہے تو حالات کتنے بدل جاتے ہیں ۔ ماہِ رمضان کو دیکھیے اس میں قوم بدل جاتی ہے، مسجدیں آباد ہو جاتی ہیں تو مولیٰ چہرے کی سیاہی کو ہٹا کر نور عطا فرما دیتا ہے، معاشرے میں برکتوں کا نزول ہوتا ہے ۔ بندے روزے سے ہوتے ہیں، اللہ رب العزت ان روزے داروں کی دعاؤں کو افطار کے وقت قبول فرما کر ان کو خوشیوں سے مالا مال فرما دیتا ہے۔

صحابہ میں ایسا نہیں تھا کہ صرف چند صحابہ صحیح راستے پر چلیں اور باقی سب ایسے ہی ہوں ۔نہیں، بلکہ ہر صحابی اپنا احتساب کرتا تھا۔ فاروق اعظم روزانہ رات کو اپنے بستر کے نیچے ایک درہ رکھتے اور سونے سے پہلے اس درے کو نکالتے اور اپنے پیر پر مارتے ہوئے خود ہی سے پوچھتے عمر! آج تم نے دن کس کام میں گزارا۔ آج دوسروں کی زندگی تو ہمیں نظر آتی ہے دوسروں کے عیوب تو نظر آتے ہیں لیکن کبھی ہم نے اپنی زندگی میں کبھی جھانک کر اپنے احتساب کی کوشش نہیں کی۔ قرآن یہ نہیں کہتا تم سب کو جہنم سے بچاؤ بلکہ پہلا حکم یہ دیتا ہے: **یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم** یہاں پہلے خود کو بچانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ پوری دنیا جہنم کی دعوت دے رہی ہے اور اسلام تمہیں جنت کی دعوت دے رہا ہے۔ **واللہ یدعوا الیٰ دار السلام**۔ مسلمان شیطان کی دعوت پر لبیک کہہ کر اس کے پیچھے چلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ جس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا ہو تم اس کے طریقے پر عمل کر کے اس کی بات مان کر عزت تلاش کرنا چاہتے ہو۔ اس سے عزت نہیں ملے گی۔ قرآن کہتا ہے: **وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین** ۔ اپنے قلب کے جذبات کو بدلو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ کوئی کام اللہ اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف تو نہیں ہو رہا ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ سچا ہے تو ہم پر مصیبتیں کیوں؟ قرآن کہتا ہے: **فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون** اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ دنیا کا وہ انسان جسے اقتدار کی کرسی مل جاتی ہے اگر وہ اپنی دولت اور اقتدار کا غلط استعمال نہ کرے تو اسے عزت دی جاتی ہے لیکن اگر وہ کمزوروں پر ظلم، کرپشن اور رشوت کا سلسلہ شروع کر دے تو تھوڑی دیر پہلے جو اقتدار کی کرسی پر تھا لیکن اب وہی جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیجا جا رہا ہے۔ ہندوستان کے تازہ ترین سیاسی حالات اور اقتدار کی کرسی پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے حالات آپ کی نگاہوں کے سامنے ہیں۔ وہی پولس جو سیکوریٹی کے فرائض انجام دیتی تھی لیکن اب وہی پولس ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال کر جیل میں لے جائی جا رہی ہے۔ کیوں؟ انسان بدل گیا تو حالات بدل گئے ۔ اسلام صرف رسم و رواج کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ اقتدار کرنے کا ڈھنگ بھی سکھاتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسند خلافت پر ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر میرے دور حکومت میں کوئی بکری خارش کی بیماری کی وجہ سے مر جائے تو ڈرتا ہوں کہ کل بروز قیامت اللہ کی بارگاہ میں اس کا کیا جواب دوں گا۔ یہ اسلام ہے۔

بدل ڈالو اپنے آپ کو۔ آج مسلمانوں کے بہتر حالات کے لیے منصوبہ سازی ہو رہی ہے کوششیں ہو رہی ہیں۔ یونیورسٹیز قائم کرو، اسکولز قائم کرو، ادارے قائم کرو۔ بہت اچھی چیز ہے لیکن صرف تعلیم حاصل کرنے سے حالات نہیں بدلتے ،صرف اقتدار کی کرسی پر بیٹھ جانے سے حالات نہیں بدل سکتے۔ سب سے پہلے تمہیں اپنا دل بدلنا ہے، اس دل سے دنیا کی محبت کو نکالنا ہے اور آخرت کی محبت کو جگہ دینا ہے اس لیے کہ آج بڑے بڑے سرمائے دار اور بڑے بڑے دانشور اپنی تعلیم کا بھی غلط استعمال کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگ اپنا پروفیشن بنا کر تعلیم کو بیچ رہے ہیں۔ اب تو پائیلیٹ کی بھی ڈگریاں مل رہی ہیں۔

یاد رکھو کہ جب تک قلبی اعتبار سے ہمارے اندر تبدیلی کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا ہمارے حالات نہیں بدل سکتے۔ ہم مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے ہیں۔ اس امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے احتساب کا معاملہ یہ تھا کہ وہ ایک مرتبہ اعتکاف میں تھے۔ ایک بچہ سحری پہنچانے کے لیے حاضر ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ اس بچے کو کھانا لانے میں تاخیر ہوگئی اور وقت تقریبا گزر گیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو جلال آیا اور اس بچے کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ بچہ جب چلا گیا تو اعلیٰ حضرت مضطرب ہوگئے ۔ شام کے وقت جب بچہ افطار لے کر آیا تو دو زانو بیٹھ کر اس بچے کے سامنے کہتے ہیں: بیٹا! مجھے معاف کر دو۔ صبح میں نے تمہیں طمانچہ رسید کیا تھا تم بھی مجھے طمانچہ مارو۔ بچہ عرض کرتا ہے: حضور! میری ہی غلطی تھی کہ میں تاخیر سے پہنچا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ بیٹا! تمہاری کوئی غلطی نہیں ہوگی گھر سے شاید تم کو کھانا تاخیر سے ملا ہوگا اس لیے تم کو تاخیر ہوگئی۔ میں تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم مجھے نہ مارو یا مجھے معاف نہ کر دو۔ اعلیٰ حضرت ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگ رہے ہیں پھر

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہیں اور پھر اپنے وجود پر خود اس کے ہاتھ کو مارتے ہیں۔ پھر اس کے بعد جب وہ کہتا ہے کہ حضور! میں نے معاف کر دیا۔ پھر اعلیٰ حضرت ایک چھوٹے سے صندوق سے کچھ روپے نکالتے ہیں اور اس بچے کی گود میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیٹے! اب تو تم خوش ہو گئے؟ بچہ جب مسکرانے لگا تو اعلیٰ حضرت کے چہرے پر بھی تبسم آ گیا۔

یہ ہے احتساب۔ جب تک یہ کیفیت پیدا نہیں ہوگی ہم دنیا میں کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ ہم اولیاے کرام علیہم الرضوان کے ماننے والے ہیں ان کی زندگی کا جائزہ لیں۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امین تھے۔ ان کی جہاں بینی کا عالم یہ تھا کہ ان کی صرف دو پانچ سال کے حالات پر نظر نہیں تھی بلکہ مستقبل کے خطرات پر بھی بڑی گہری نظر تھی۔ وہ عابد شب زندہ دار اور یکتاے روزگار تھے۔ ایک مرتبہ وہ الہٰ آباد کی سرزمین پر ایک پروگرام میں تشریف لے گئے۔ ایک خطیب صاحب خطاب کر رہے تھے۔ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ کو آتے ہوئے دیکھ کر انہوں نے برجستہ نعرہ لگایا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ زمین پر اگر کسی چلتے پھرتے ولی کو دیکھنا ہو تو مجاہد ملت کو دیکھو۔ حضور مجاہد ملت نے یہ جملے سنے، آئے اور محفل میں بیٹھ گئے۔ ان کی زبان پر استغفار تھا۔ خطیب کا خطاب جب ختم ہوا اور حضور مجاہد ملت کے خطاب کا وقت آیا تو فرمایا کہ مجھ سے پیش رو خطیب نے میرے بارے میں جو کچھ کہا میں اسے دعا سمجھتا ہوں اور پھر فرمایا کہ اگر کل بروز قیامت شامتِ اعمال کی بنیاد پر اللہ مجھے جہنم میں جانے کا حکم دے گا تو میں یہی کہوں گا کہ میرے مولیٰ! تیرے بندے مجھے نیک سمجھتے تھے اس حسن ظن کی لاج رکھ لے۔ یہ کون کہہ رہا ہے؟ وہ جو اپنی درسگاہ میں تہجد کی نماز کے بعد سے ہی اپنے طلبہ کو بخاری شریف پڑھایا کرتے تھے۔ علامہ نظامی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان جیسا خطیب انہیں کی آغوش کا پروردہ ہے۔

ہم کبھی کبھی دوسروں کی زندگیوں میں خوشیاں لانے کے لیے اپنی آخرت برباد کر ڈالتے ہیں لیکن آقاے کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ کل بروز قیامت جو لوگ بہت زیادہ شرمندہ ہوں گے ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو دوسروں کی دنیا بنانے کے لیے خود کی آخرت برباد کرتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ قبر کی تاریک وادی اور میدان محشر میں ہمیں اپنے کیے کا انجام دیکھنا ہے لہٰذا نیکیاں کریں اللہ جزا عطا فرمائے گا۔ اس سے پہلے کہ رب قدیر جل جلالہ ہمارا حساب لے ہمیں چاہیے کہ ہم خود اپنا حساب لینے کے لیے تیار ہو جائیں۔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے برے اعمال کی سزا نہیں دیتا جب تک نوبت یہاں تک نہ پہنچ جائے کہ وہ اپنے سامنے بُرے کام ہوتے دیکھیں اور ان کو روکنے کی قدرت رکھتے ہوں اور پھر نہ روکیں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو اللہ خاص اور عام سب پر عذاب نازل فرماتا ہے۔ ہماری حالت یہ ہونی چاہیے کہ بُرائی کو دیکھیں تو اسے روکنے کی کوشش کریں اس لیے چھوٹے چھوٹے گناہ کی عادت بڑے گناہ کی طرف لے جاتی ہے۔ ایسے ہی چھوٹے چھوٹے گناہ کرتے کرتے انسان بے لگام ہو کر بڑے گناہ کا عادی بن جاتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے کی حالت یہی بن چکی ہے ہمارے نوجوان کی سوچ برائیوں کی طرف بڑھتی جا رہی ہے۔ اگر ہم عروج کے مسافر بننا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام پسند بننے کے ساتھ اسلام پابند بننا ہوگا۔ ہر فرد اپنی ذمے داری محسوس کرتے ہوئے اپنی زندگی کو دین کے کام میں اور معاشرے کی اصلاح میں لگائے۔

آخر کیا بات ہے کہ ہم لوگ اجتماع کرتے ہیں، لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور لاکھوں میں خطاب کرتے ہیں لیکن وہ تبدیلی نہیں آتی جو بزرگانِ دین کی دعوت میں ہوتی تھی۔ سلطان الہند غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے حجرے سے نکلتے تھے مجمع ہوتا تو کچھ باتیں مجمع کو سنا دیتے اور اسی مجمع میں کسی کو ایمان کی دولت مل جاتی تھی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ معاملہ یہ تھا کہ سارے بزرگ اپنے وجود پر تئیس گھنٹے محنت کرتے تھے اور تھوڑی دیر کے لیے قوم کے سامنے آتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ خود کو سنوارنے کا ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ اگر ہمارے اندر خود احتسابی کا جذبہ پیدا ہو گیا اور ہر مسلمان اپنے آپ کو سنوارنے کے لیے تیار ہو گیا تو عزت ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ عزت خود استقبال کے لیے ہمارے دروازے پر آ جائے گی۔ آپ یہ جذبہ پیدا کرو کہ جہاں بُرائی دیکھو اسے روکنے کی کوشش کرو۔ جہاں لوگوں کو نیکیوں سے غافل دیکھو نیکیوں کی دعوت دو۔ اگر آپ نے یہ عزم مصمم کر لیا تو پھر وہ دن دور نہیں کہ ایک مسلمان کی پہچان یہ بن جائے گی کہ تم گردن جھکائے کسی کو راستے سے گزرتا ہوا دیکھو تو سمجھ لینا یہ غلام رسول جا رہا ہے۔

(......)

تقلید کیوں ضروری ہے؟

از: مفتی محمد زبیر برکاتی مصباحی

قرآن پاک میں ہے: مَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت ظاہر ہو چکی ہے اور مسلمانوں کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اسے اسی حال پر چھوڑ دیں گے اور ہم اسے جہنم میں داخل کر دیں گے اور جہنم کیا ہی بری جگہ ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں اس بات کا حکم دیا گیا کہ اللہ کے رسول سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت نہ کرو اس لیے کہ مخالفت کرنے پر عذاب ہے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کو چھوڑ کر کوئی اپنا نیا دین پیش کرے، مخالفتِ رسول ہے۔ سنتوں کے خلاف عمل کرے، مخالفت رسول ہے۔ سنتوں کی توہین کرے، مخالفتِ رسول ہے۔ اگر کوئی مسلمانوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنے کی کوشش کر رہا ہے اس پر اللہ رب العزت نے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ یہاں سے ایک بات یہ سمجھ میں آئی کہ دین حق جماعت اہل سنت کو اللہ رب العزت نے مسلمانوں کا راستہ قرار دیا ہے اور اس سے جو ہٹ رہا ہے وہ رب کا راستہ نہیں۔ تقلید کے سلسلے میں آج بڑی بحثیں ہو رہی ہیں تقلید کے حوالے سے ایسے ایسے لوگ بحث کرنے بیٹھے ہیں جن کا علم سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ کہتے ہیں کہ تقلید ضروری نہیں ہے اور تقلید کرنا حرام ہے۔ بعض تو یہاں تک کہہ بیٹھے کہ تقلید کرنا شرک ہے یعنی کسی کی بات کو مان لینا اللہ کے علاوہ دوسرے کی بات ماننے کی طرح ہے۔ آیئے اس بارے میں غور کریں کہ آخر تقلید کیوں ضروری ہے۔

تقلید کا مادہ قلادہ ہے۔ قلادہ ہار کو کہتے ہیں اور گلے میں پٹہ ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اسی کو تفعیل کے مصدر سے لائیں گے تو گلے میں پٹہ ڈال لینا۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں لیکن علمائے کرام شریعت کی اصطلاح میں تقلید کی تعریف فرماتے ہیں: تسلیم قول الغیر بلا دلیل یعنی بلا دلیل کسی کی بات کو تسلیم کر لینا۔ آپ نے سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو مان لیا اور اسی طرح احادیث کریمہ کی روشنی میں صحابۂ کرام کی باتوں کو مان لیا یہ بھی تقلید ہے۔ صحابۂ کرام ہی کی باتوں کو لے کر ائمۂ مجتہدین نے شریعت مطہرہ کے مسائل کو جمع فرمایا ہے ان کی باتوں کو تسلیم کرنے کو اصطلاح شرع میں تقلید قرار دیا گیا۔ اگر جاہلانہ رسم اور جہالت کی بنیاد پر کوئی طریقہ وجود میں آیا اور لوگ اسی جہالت والی رسم کو مان رہے ہیں اور اس پر عمل بھی کر رہے ہیں تو اسے بھی تقلید کہا گیا ہے مگر یہ جہالت والی تقلید حرام ہے جیسا کہ آج کل عام طور پر لوگ شادی بیاہ میں بہت سارے خلاف شرع امور انجام دیتے ہیں اور بری رسموں پر عامل ہیں یہ کہتے ہوئے کہ ہمارے گھر والوں نے کیا تھا اس لیے ہم کر رہے ہیں۔ جس کا تعلق احکام خدا واحکام رسول سے نہیں وہ تقلید نہیں وہ تو سراسر جہالت ہے۔

اسی طرح کوئی بتوں کی پرستش کے سلسلے میں تقلید کرتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں کئی مقامات پر اللہ رب العزت نے ان کفار کی مذمت فرمائی جن کو بتوں کی پوجا سے منع کیا جاتا تھا تو وہ کفار کہتے تھے ہم نے اپنے آبا واجداد کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے اس لیے ہم بھی کر رہے ہیں لہٰذا بتوں کی پوجا کرنے والے بھی تقلید کر رہے تھے۔ اسی بنیاد پر آج کل کے بعض غیر مقلدین نے قرآن کریم کی ان آیتوں کو اہل سنت پر فٹ کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ جس تقلید کو قرآن میں شرک قرار دیا گیا ہے وہی تقلید حنفی کر رہے ہیں شافعی کر رہے ہیں مالکی اور حنبلی کر رہے ہیں مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن کریم میں جس تقلید کی مذمت آئی ہے وہ بتوں کی پرستش کی تقلید ہے اور ہم جس تقلید کی بات کر رہے ہیں وہ بت پرستی والی تقلید اور حرام کاموں والی تقلید نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ کے وہ احکام ومسائل جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں انہیں احکام کو مان لینے والی تقلید ہے۔ کیا یہ حرام ہونے کی صورت ہے؟ جس چیز کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا گیا ہے ہم اسی کو مان رہے ہیں ہم نے بلا دلیل تسلیم کر لیا ہے۔ حضرت سیدنا امام

اعظم ابوحنیفہ یا امام مالک یا امام شافعی یا امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کوئی بھی مسئلہ اپنی طبیعت سے یا اِدھر اُدھر سے بغیر دلیل کے نہیں کہا ہے بلکہ جس مسئلے کا بھی استخراج فرمایا ہے یا تو وہ قرآن کی روشنی میں ہے یا حدیث پاک سنت رسول کی روشنی میں یا اجماع صحابہ کی روشنی میں۔اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ جتنے مسائل شرعیہ ہیں ان کی بنیاد چار چیزوں پر ہے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماعِ اُمت اور قیاس۔ان چار اصول کی بنیاد پر سارے احکام شرع مستنبط کیے گئے ہیں۔اسی کو مان لینا اور اسی پر عمل پیرا ہونے کو تقلید کہا جاتا ہے۔

ہماری دنیاوی زندگی میں بہت سارے ایسے امور آتے ہیں کہ جہاں ہمیں تقلید کرنا ضروری ہوتا ہے۔ایک بچہ جس گھر، جس خاندان میں اور جس مذہب کے ماننے والوں کے پاس پیدا ہوتا ہے تو انہیں کی تقلید کرتا ہے۔زبان وہی بولتا ہے جو اپنے ماں باپ کی زبان سے سنتا ہے۔اس کا کردار، رہن سہن اور کھانا پینا سب کچھ انہیں کے طریقے کے مطابق ہوتا ہے۔ایک بنگالی بچہ بنگال میں پیدا ہوتا ہے بنگالی بولتے ہوئے سنتا ہے تو وہ بنگلہ زبان ہی بولتا ہے اسی طرح کرناٹک میں کنڑ بولنے والا بچہ کنڑ ہی بولتا ہے۔بچہ ماں باپ کو جو زبان بولتا ہوا دیکھتا ہے اسی طرح بولتا ہے۔یہ بھی بچے کی تقلید ہے۔کردار میں بھی بچہ اپنے ماں باپ کی تقلید کرتا ہے۔ایک شاگرد اپنے استاذ کی تقلید کرتا ہے اور ایک ہنر سیکھنے والا جب کوئی ہنر سیکھنا چاہتا ہے تو بغیر تقلید کے ہنر نہیں سیکھ سکتا ہے بلکہ جو ہنر کا ماہر ہے اس کے پاس جا کر سیکھتا ہے اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کام کرتا ہے یہ بھی تو تقلید ہے لہٰذا اگر تقلید کو مطلقاً حرام قرار دیا جائے یا تقلید کو مکمل شرک قرار دیا جائے تو ہم قدم قدم پر مشرک ہوتے نظر آئیں گے۔مریض ایک ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اور مرض کے بارے میں ڈاکٹر دوا تجویز کرتا ہے تو اب مریض یہ نہیں پوچھتا کہ ڈاکٹر صاحب! یہ کون سی دوا دے رہے ہو اس دوا سے مجھے کتنا فائدہ ہوگا یہ دوا آپ نے کہاں سے حاصل کی ہے بلکہ ڈاکٹر نے جو دوا دے دی ہے اسی کو مان لیتا ہے اور اسی دوا کو کھا کر کے شفایاب ہوتا ہے تو مریض بھی ڈاکٹر کی تقلید کر رہا ہے۔اسی طرح جب ایک مقدمہ درپیش ہوتا ہے تو مقدمہ لڑنے والا ڈائریکٹ کورٹ میں نہیں جاتا بلکہ پہلے وکیل کے پاس جاتا ہے اس لیے کہ وکیل اس میدان کا ماہر ہوتا ہے پھر وکیل اس مستغیث کو ساری باتیں بتاتا ہے کہ فلاں تعزیرات ہند کی دفعہ سے آپ کا یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔وکیل جب اس طرح کی باتیں اس کے سامنے پیش کرتا ہے تو مقدمہ دائر کرنے والا بحث نہیں کرتا ہے کہ یہ آپ نے تعزیرات ہند کی کون سی دفعہ سے ثابت کیا ہے، کس معاملے کو آپ نے سامنے رکھا ہے اور کہاں سے آپ نے پڑھا ہے۔مقدمہ لڑنے والا اگر اس بحث میں پڑ جائے گا تو زندگی ختم ہو جائے گی مگر اس کا مقدمہ حل نہیں ہوگا لہٰذا ہر معاملے میں جب کوئی مقدمہ دائر کیا جاتا ہے تو وکیل کی تقلید کر کے مقدمہ جیتا جاتا ہے۔دنیا کے ہر معاملے میں ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان کی تقلید کر رہا ہے۔تقلید کو شرک اور حرام کہنے والے اس پر غور کریں کہ انسان قدم قدم پر تقلید کا محتاج ہے یا نہیں؟

عام طور پر کبھی آپ راستہ چل رہے ہیں چوراہے پر پہنچ گئے راستہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ دائیں جاؤں کہ بائیں، آگے جاؤں کہ پیچھے۔اگر اس جگہ کوئی مقامی آدمی مل جاتا ہے تو آپ اس سے پوچھتے ہیں کہ مجھے فلاں جگہ جانا ہے راستہ کون سا ہے۔وہ بتا دیتا ہے۔اس کے بتانے کے مطابق آپ اسی راستے پر چلے جاتے ہیں۔یہ بھی تو تقلید ہے۔تقلید حرام ہے تو راستہ کیوں پوچھا جا رہا ہے؟ دنیوی معاملات میں ایک انسان ایک انسان کی تقلید کا محتاج ہوتا ہے تو جب دنیوی معاملات کا یہ حال ہے تو یقیناً دین کے معاملے تو اور زیادہ اہم ہیں۔ہمارے لیے دین کے معاملے میں سب سے ضروری یہ ہے کہ اللہ رب العزت اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی اطاعت کریں۔اس کو اس طرح بھی کہہ لیں کہ قرآن اور سنت ہمارا مکمل دین ہے لیکن قرآن کو آپ کیسے سمجھ سکیں گے؟ قرآن کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتوں کو سامنے رکھیں۔قرآن سے آپ کو کوئی حکم نکالنا ہے کسی حکم پر عمل کرنا ہے تو پہلے قرآن کو سمجھنا ہوگا۔قرآن سمجھنے کے لیے بہت سارے علوم کا ماہر ہونا لازمی ہے۔آپ کو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کون سی آیت ناسخ ہے کون سی منسوخ ہے، کون خاص ہے کون عام ہے، کون مشترک ہے اور کون مؤول ہے کس کو ترجیح دی جا رہی ہے، یہاں کون سا معنی مراد لیا جائے اس لیے جب تک کہ ان سارے علوم پر مہارت تامہ حاصل نہیں ہوگی اس وقت تک قرآن کے آیات کا معنی آپ نہیں سمجھ پائیں گے۔اس کو ایک مثال سے سمجھیے۔سورۂ بقرہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ وہ عورتیں جن کے شوہروں کا انتقال ہو گیا وہ چار مہینہ دس دن تک عدت میں رہیں۔قرآن پاک کی

اس آیت سے بیوہ کی عدت کا حکم ثابت ہورہا ہے۔اسی سورۂ بقرہ کی ایک آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ، وہ جن کا انتقال ہو گیا اور بیویاں چھوڑ گئے ان کے لیے ایک سال تک ان کا نان ونفقہ دینا ہے گھر سے باہر نہیں نکالنا ہے۔(سورہ بقرہ آیت:۲۴۰) سورۂ بقرہ کی ایک آیت سے بیوہ کی عدت چار مہینہ دس دن ثابت ہوتا ہے اور دوسری آیت سے ایک سال۔آپ کس آیت پر عمل کریں گے دونوں میں کس کو ترجیح دی جائے گی یہاں کس طرح سے حکم ثابت ہوگا؟ اگر چار مہینہ دس والی آیت پر عمل کریں تو اس آیت کی خلاف ورزی ہوگی اور اگر ایک سال والی اس آیت پر عمل کریں گے تو دوسری آیت کی خلاف ورزی ہوگی۔اس طرح بے شمار ایسے مقام ہیں جہاں آپ کا ذہن چکرا جائے گا کہ آخر یہاں کس طرح سے حل کیا جائے۔

اسی طرح حدیث پاک اور قرآن پاک میں کبھی کبھی بظاہر تعارض نظر آتا ہے جیسے قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا یہ فرمان عالی شان ہے: وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اسے مت کھاؤ (سورۂ انعام:۱۲۱) یعنی جو حلال جانور ہے اس کو ذبح کرنے کے وقت اگر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا گیا تب وہ حلال ہے اور اگر بسم اللہ اللہ اکبر نہیں پڑھا گیا یا اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا تو اس کی وجہ سے وہ جانور حرام ہے اس کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ اب ایک حدیث پاک ملاحظہ کیجیے۔صحابۂ کرام کے ساتھ اللہ کے رسول سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں۔سائل آئے عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! ایک صاحب نے ذبح کیا بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا بھول گئے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: كُلُوْا فَاِنَّ فِیْ قَلْبِ كُلِّ مُسْلِمٍ اِسْمُ اللّٰهِ اس کو کھاؤ اس لیے کہ ہر مسلمان کے دل میں بسم اللہ موجود ہے۔حدیث پاک میں کھانے کا حکم دے دیا گیا اگر چہ بسم اللہ اللہ اکبر نہیں پڑھا گیا اور قرآن پاک میں ایسے کھانے سے سخت منع کیا گیا ہے۔اب آپ بتائیے کہ قرآن اور حدیث پاک سے جو حکم ثابت ہو رہا ہے ان میں بظاہر ٹکراؤ ہے۔اس کا حل کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ ایرو غیرو نتھو خیرو کا کام نہیں ہے کہ قرآن کو آسان کہہ کر کسی بھی ہاتھ میں دے دیا جائے کہ تم پڑھ کر معنی نکال سکتے ہو۔وہ نہایت بے وقوف ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن کو اللہ نے آسان کیا ہے تم پڑھ سکتے ہو اور قرآن سے احکام شرع نکال سکتے ہو۔اس طرح کی باتیں جہالت کا نتیجہ ہیں۔حیرت ہوتی ہے کہ آج کل کچھ لوگ قرآن کی تفسیر بیان کر رہے ہیں مگر انہیں ناسخ ومنسوخ کا علم نہیں ہے تفسیر کے علوم کی مہارت نہیں ہے۔لوگوں میں اس طرح کی باتیں کرنے والے عوام الناس کو گمراہ کر رہے ہیں۔یہ لوگ دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن میں فرمایا گیا: وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (سورۂ قمر آیت:۱۷) کہ قرآن کو ہم نے آسان کر دیا ہے، ہے کوئی اس کو یاد کرنے والا۔نیز یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن سمجھنے کے لیے کسی پیر ،عالم یا کسی امام کے پاس جانے کی ضرورت نہیں۔ایسے لوگ اگر ایک حکم بھی قرآن سے ثابت کر کے دکھائیں تو یقیناً ہم تسلیم کر لیں گے اور منہ مانگا انعام بھی دیں گے۔

بہت سارے ایسے مقامات نظر آئیں گے جہاں ایک آیت دوسری آیت سے ٹکراتی نظر آئے گی۔اسے سمجھنے کے لیے ان علوم کی ضرورت ہے جن کی روشنی میں ہم قرآن سمجھ سکیں۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَكُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ . (سورۂ بقرہ آیت:۱۸۷) یہ آیت سحری کے آخری وقت کے حوالے سے ہے۔جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت صحابۂ کرام جو اہل لسان تھے ان کو بھی اسے سمجھنا دشوار ہو گیا۔اگر لفظی اعتبار سے، عربی ڈکشنری کے اعتبار سے اس کا ترجمہ کیا جائے تو یہ ہوگا کہ ''یہاں تک کہ سفید دھاگا کالے دھاگے سے ظاہر ہو جائے''۔اس سے آپ نے کیا سمجھا؟ آپ اس کو دن بھر پڑھتے رہو مگر بات سمجھنے میں نہیں آئے گی۔بعض صحابہ نے یہ سمجھا کہ یہ سحری کے وقت کے جاننے کا ایک طریقہ ہے تو بعض اپنے تکیے کے نیچے ایک کالا دھاگا اور ایک سفید دھاگا رکھ کر کے سوئے اور صبح دیکھا کہ جیسے ہی پہلے سفید دھاگا نظر آ جائے تو سمجھ جائیں گے کہ سحری کا وقت ختم ہو گیا۔یہ معاملہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو حضور مسکرائے اور ارشاد فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سفید دھاگا کالے دھاگے سے ظاہر ہو جائے بلکہ یہاں خیط ابیض (سفید دھاگا) خیط اسود (کالا دھاگا) سے مراد یہ ہے کہ رات کی سیاہی ختم ہو جائے اور صبح کی سفیدی نمودار ہو جائے یعنی صبح صادق طلوع

ہورہی ہو یہ سحری کا آخری وقت ہے۔آج پوری دنیا کو یہ دھوکا دیا جارہا ہے کہ قرآن آسان ہے تم خود سمجھ سکتے ہو کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ بے شمار ایسی آیتیں ہیں جن کا تم صحیح ترجمہ صحیح معنی صحیح تفسیر نہیں پیش کر سکتے ۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:**من فسر برائیہ فلیتبوا مقعدہ فی النار** جو اپنی رائے سے تفسیر بیان کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔یہ اسی کی طرف پوری قوم کو لے جانا چاہتے ہیں پوری دنیا کو اندھیرے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔یاد رکھو! قرآن کریم کی تفسیر کا معاملہ ہو یا احادیث کریمہ کے سمجھنے کا معاملہ اس میں بہت سارے علوم کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تفقہ فی الدین ہونا بھی ضروری ہے۔تفقہ فی الدین ایک ایسی صلاحیت ہے جو صرف اور صرف اللہ رب العزت کی بارگاہ سے خصوصی طور پر حاصل ہوتی ہے۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:**من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین** اللہ جس کے لیے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔تفقہ فی الدین جب تک حاصل نہیں ہوگی اس وقت تک قرآن اور احادیث رسول کو نہیں سمجھا جا سکتا۔حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:**الحدیث بلا فقہ ضلالۃ** حدیث پڑھنا بغیر فقہ کے گمراہیت کا سبب ہے۔بے شمار ایسی حدیثیں ہیں جن کا اگر آپ کچھ غلط معنی پیش کروگے گمراہیت کی طرف چلے جاؤگے۔آج یہی ہورہا ہے جنہوں نے اپنے آپ کو اہل حدیث نام دیا ہے اور اپنے آپ کو حدیث پر عمل کرنے والا کہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ حدیثوں کے مخالف ہیں۔غلط معنی اور غلط مفہوم پیش کر کے پوری قوم کو گمراہ کررہے ہیں۔

حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ درمختار میں بیان کرتے ہیں: **فعلیکم یا معشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالیٰ وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ ومَقتہ فی مخالفتھم وھذہٖ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجا من ھذہ الاربعۃ فھو من اھل البدعۃ والنار**۔اے مومنو!تم پر فرقۂ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی اتباع لازم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اس کی حفاظت اور اس کی توفیق ان کی موافقت میں ہے اور اللہ کی ناراضگی اور اس کا عذاب ان کی مخالفت میں ہے۔سب اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اتفاق ہو چکا ہے کہ صرف چار مذاہب ہیں لہٰذا حنفی مالکی شافعی حنبلی ان چاروں سے جو ہوگا وہی اہل سنت وجماعت سے ہوگا اور جو ان سے خارج ہوگا وہ بدعتی اور جہنمی ہوگا۔اسی طرح سے حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عقد الجید میں فرماتے ہیں: **ولما اندرست المذاھب الحقۃ الا ھذہ الاربعۃ کان اتباعھا اتباعاً لسواد الاعظم والخروج عنھا خروجا من السواد الاعظم**۔ان چار مذاہب کے علاوہ سارے مذاہب حقہ کالعدم ہوگئے تو اب ان ہی کی اتباع سواد اعظم کی اتباع ہے۔اسی لیے آپ نے اس بات کو ذکر کیا کہ ان چاروں مذہبوں سے جو خارج ہوگا وہ سوادِ اعظم کے مذہب سے نکل جائے گا۔اس سلسلے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: **اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِیْ النَّارِ** سواد اعظم کی اتباع کرو جو ان سے علاحدہ ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

آپ بتائیں کہ تقلید کے حوالے سے ابھی بھی لوگوں کو الجھن کیوں ہے؟ آج دنیا کے ناوے فی صد علما اور عوام سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انہیں چاروں مذاہب میں سے ایک مذہب کی اتباع کی جائے۔جو تقلید کا انکار کررہے ہیں وہ حقیقت میں مسائل شرعیہ کی بنیاد پر نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے وہ عقیدہ اپنایا ہے جو محمد بن عبد الوہاب نجدی کا ہے۔تقلید وہ بھی کررہے ہیں تقلید ہم بھی کررہے ہیں مگر وہ محمد بن عبد الوہاب نجدی، ابن تیمیہ، قاضی شوکانی اور ابن قیم جوزی وغیرہ کی تقلید کررہے ہیں۔حالاں کہ اس سلسلے میں اعلام الموقعین میں خود احمد ابن تیمیہ کا قول موجود ہے کہ جو مجتہد ہے اس کے لیے تقلید ضروری نہیں ہے اور جو عامی ہے مجتہد نہیں اس کے لیے تقلید ضروری ہے۔مجتہد ہونے کے لیے جو شرائط ہیں وہ تو آج کل بہت ہی بالکل ناپید ہیں لہٰذا جو اس منصب اجتہاد پر فائز ہیں ان کے اجتہاد پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔

گزارش: اہل علم وقلم اور ہمارے دیگر قارئین اپنے خیالات، تاثرات اور مختصر مضامین رسالے کے لیے ضرور روانہ کریں۔**(ادارہ)**

بُرائی کو بھلائی سے ختم کرو

از: قاری رضوان خاں

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً۔

اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر ان دونوں سے اللہ نے بہت سارے مرد وعورتیں پیدا فرمائے۔ (سورۂ نسا آیت:۱) یہاں رشتوں کی بات بتائی جارہی ہے۔اللہ سے ڈرو کہ ان رشتوں کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا،ان رشتوں کی اہمیت کیا ہے۔ جو رشتہ ماں باپ کی وجہ سے ہے، جو رشتہ پڑوس میں ہونے کی وجہ سے ہے، جو رشتہ خون کی وجہ سے ہے ان رشتوں کی فضیلت اور ان کی اہمیت کیا ہے؟ اس سلسلے میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

عزیزان گرامی: ہم سب جنت میں داخل ہونے کی تمنا رکھتے ہیں اور آج ہم جنت میں ہی بیٹھے ہیں۔ آپ کہیں گے یہ تو وادی نور آزاد میدان ہے۔ یہ جنت کیسے ہوگیا تو میں آپ کو بتاؤں کہ اللہ کے پیارے رسول رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ جب تمہارا گزر جنت کے باغات سے ہو تو اس میں سے کچھ میوہ چن لیا کرو۔صحابۂ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ!صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم جنت کے باغات کیا ہیں؟ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے حلقے یعنی جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ جگہ جنت کا باغ بن جاتی ہے۔ آج ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کررہے ہیں۔ وادی نور تو ہم نے نام دیا ہے مگر دراصل یہ جنت کا باغ بن گئی ہے اور جنت میں جنتی ہی آتے ہیں۔اللہ کا احسان ہے کہ ہم نے اس کے ذکر کی محفل کو سجایا۔صحابۂ کرام نے پوچھا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم جنت کے باغات تو سمجھ میں آگئے لیکن اس کا میوہ کیا ہے تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا میوہ ہے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔جنت میں داخل نہ ہونے والے تین کون کون لوگ ہوں گے؟ نمبر ایک شرابی، نمبر دو رشتے کو توڑنے والا اور نمبر تین جادوگر۔آج یہ تینوں چیزیں عام ہوگئی ہیں۔شراب تو پانی کی طرح پی جارہی ہے۔کچھ لوگ کہتے ہیں کہ BEER شراب نہیں ہے اس لیے اس کو پیا جائے اور وہ بڑے شوق سے پینے لگے ہیں۔مجھے آج تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اگر BEAR شراب نہیں ہے تو وہ شراب کی دکان میں کیوں بکتی ہے؟ اسے تو چائے کی دکان میں بکنا چاہیے تھا۔ جو چیز جہاں پائی جائے گی اسی سے اس کی نسبت ہوگی۔ اگر وہ شراب نہیں ہے تو اسے عام کردیا جائے۔ چائے والی جو ایرانی کی دوکانیں ہوتی ہیں وہاں پر پانی کم چائے کے ساتھ BEER SERVE کردی جائے۔ایسا نہیں ہوتا اس لیے کہ سب جانتے ہیں کہ وہ شراب ہی کی ایک قسم ہے اگرچہ اس میں بظاہر نشہ نہ نظر آتا ہو لیکن اس کا تعلق ضرور نشے والوں سے ہے۔اس لیے جہاں جس کی نسبت ہوگی وہیں بیٹھے گا اس لیے اپنے بچوں کو اپنے نوجوانوں کو اس سے روکو۔شراب ایسی چیز ہے جو عقل کو زائل کردینے والی ہے اور اس کو ام الخبائث کہا گیا ہے۔آج کل عورتوں میں بھی یہ عام ہورہی ہے۔آپ کہیں گے عورتوں کے مجمع میں کیوں بول رہے ہو؟ اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ کسی کی ماں ہیں کسی کی بیوی ہیں ۔گھر میں شرابی ہوں گے ان کو سمجھاؤ اور ان کو اس چیز سے منع کرو۔شرعی طریقے سے سمجھاؤ، اچھے طریقے سے سمجھاؤ۔

نمبر دو رشتے کو توڑنے والا۔ٹوٹے ہوئے رشتے کی وجہ سے ایک دوسرے کے دل میں نفرت پیدا ہوجاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوخاندانوں کا سکون واطمینان غارت ہوجاتا ہے اور اس وجہ سے بڑے سے بڑے خاندان تباہ ہوجاتے ہیں۔لوگ چھوٹی چھوٹی بات پر رشتوں کو توڑ دیتے ہیں بات چیت بند کردیتے ہیں۔حج کو جاتے ہیں تب بھی معافی نہیں مانگتے حالانکہ حاجی کو چاہیے کہ جب وہ حج کا ارادہ کرے تو سب لوگوں سے جن سے ان کی ان بن ہے ان سے

پرنسپل ہاشمیہ ہائی اسکول ممبئی ۳۔

بنانے کی کوشش کرے۔جن سے ان کی نفرتیں ہیں ان سے محبت کی کوشش کرے۔ان سے معافی مانگے۔معافی مانگنے سے انسان چھوٹا نہیں ہوتا بلکہ اس کا مرتبہ اور بلند ہوجاتا ہے۔آپ اسی سے اندازہ لگا لیں کہ فرشتوں کا مقام انسان سے افضل نہیں ہے۔انسان کا مقام فرشتوں سے افضل ہے حالانکہ فرشتے معصوم ہیں گناہ کرتے ہی نہیں ہیں اور انسان بھرپور گناہ کرتا ہے پھراس کا مقام افضل کیوں ہوا؟ توبہ کرنے کی وجہ سے کہ وہ توبہ کی وجہ سے وہ مقام پاتا ہے جو فرشتے بھی نہیں پا سکتے۔معصوم مخلوق اس لیے معصوم ہے کہ انہیں گناہ کی قدرت ہی نہیں دی گئی ہے لیکن یہاں گناہ کی قدرت دینے کے باوجود اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں توبہ جیسا مرہم دیا ہے اوراس کے بعد ہمیں حکم دیا ہے کہ جو توبہ کرے گا میں اسے معاف کروں گا میں اس کی مغفرت کروں گا تو جو اللہ کی بارگاہ میں جھکتا ہے اللہ اسے بلندی عطا کرتا ہے۔اب میں آپ کو ایک مثال کے ذریعے سمجھاؤں۔اللہ آپ سب کو جنتی بنادے اور آپ کی وجہ سے آپ کے گھر والوں کو جنتی بنادے۔جس گھر میں آپ قدم رکھیں وہ گھر جنت کا گہوارہ بن جائے لیکن یہ اس وقت ہوگا جب آپ کے دل میں فاطمہ زہرا کی عظمتیں شامل ہوجائیں گی۔

قرآن کریم کی عظمتوں سے آپ کا سینہ منور ہوجائے گا۔ہوتا یہ ہے کہ یہاں سے بیان سننے کے بعد اگر کچھ عورتیں معافی مانگنے کے لیے جائیں اور کہیں کہ بہن مجھے معاف کردو، امی مجھے معاف کردو، ساسو ماں مجھے معاف کردو، دیورانی مجھے معاف کردو، جیٹھانی مجھے معاف کردو، نند صاحبہ مجھے معاف کردو۔ممکن ہے کہ آپ کے دل میں دل میں یہ چیز پیدا ہوا ور پھر ساسو ماں، نند، دیورانی، جیٹھانی کڑک ہونے لگیں گی کہ میں نہیں معاف کرتی بڑی آئی مجھ سے معافی مانگنے والی۔

اتنے دن سے مجھے ستا رہی ہے ایسے تھوڑی معاف کروں گی۔اب آپ کا REACTION کیا ہوگا؟ آپ کا REACTION وہی ہونا چاہیے جو اللہ اوراس کے رسول کا ارشاد گرامی ہے۔اگر وہ معاف نہیں کرتے تو آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔آپ صبر کریں۔کیسے صبر کریں کیوں صبر کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَه عَدَاوَةٌ كَاَنَّه وَلِیٌّ حَمِيْمٌ کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتے۔آپ یہ نہ کہیں کہ جب وہ ہمارے ساتھ برائی کررہی ہیں تو ہم کیوں بھلائی کریں۔نہیں۔اللہ فرماتا ہے: **ادفع بالتی ھی احسن** برائی کو بھلائی سے ٹال اے سننے والے۔اب میں آپ سے پوچھوں گا کہ برائی، بھلائی سے کیسے ٹل سکتی ہے۔برائی کرنے والے کے ساتھ جواب میں برائی مت کرو بلکہ تم جتنی برائی کو بھلائی سے ٹال سکتے ہو بھلائی سے ٹالو اس لیے کہ کوئی چیز جب دفع کرنی ہو کسی چیز کو دھکا دینا ہو تو اس سے وزنی چیز چاہیے۔ کوئی دبلا پتلا ہو تو اس کو کوئی دبلا پتلا نہیں ہٹا سکتا۔اس جگہ سے اس کو ہٹانے کے لیے کوئی موٹا تازہ چاہیے۔

ایک اور مثال کے ذریعے میں آپ کو بتاؤں۔آج کل گھر میں کارپیٹ لگے ہوتے ہیں۔کارپیٹ سے اگر آپ کو کچرا ہٹانا ہو تو اگر اس کے لیے پھول جھاڑو ہے تو اس سے وہ کچرا ہٹ جائے گا اس لیے کہ کچرے سے وہ پھول جھاڑو بھاری ہے لیکن وہی کچرا اگر آنگن میں ہو تو وہ پھول جھاڑو سے نہیں ہٹتا اس لیے کہ وہ زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ اس کو ہٹانے کے لیے کھراٹا چاہیے اس لیے کہ کھراٹا اس سے زیادہ بھاری ہوتا ہے اور اگر وہ کھراٹے سے بھی نہیں ہٹتا ہے تو پھر پھاوڑا چاہیے تو پتہ چلا کہ کسی ہلکی چیز کو ہٹانے کے لیے کوئی بھاری چیز چاہیے۔ بھاری چیز کا ہونا بہت ضروری ہے۔گناہ ہلکی چیز ہے۔CHEAP لوگ گناہ کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں لیکن جو بھاری بھرکم شخصیت کے مالک ہوتے ہیں جو نیکیوں پر نیکیاں کرتے ہیں وہ ہلکی چیز کو پسند نہیں کرتے۔نیکی بھاری ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه عَشْرُ اَمْثَالِهَا. جو ہمارے پاس ایک نیکی لے کر آئے گا ہم اس کو دس گنا دیں گے۔تو ایک نیکی دس گنا ہوتی ہے اور اگر کوئی ایک گناہ کرے تو وہ ایک ہی لکھا جائے گا تو بولو نیکی بھاری ہوئی کہ بدی؟ یقیناً نیکی بھاری ہے۔اب اگر بدی کو ہٹانا ہو تو بدی سے نہیں ہٹے گی وہ نیکی سے ہٹے گی۔پھر اس کے صلے کے بارے میں اللہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَه عَدَاوَةٌ كَاَنَّه وَلِیٌّ حَمِيْمٌ۔اگر تم بدی کا بدلہ نیکی سے دوگی تو دونوں کے درمیان جو عداوت ہے وہ تمہارا جانی دوست بن جائے گا جگری دوست بن جائے گا یعنی جس سے تمہاری دشمنی ہے وہ تمہارا دوست بن جائے گا۔اس آیت کی تفسیر میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سرکار علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم کے بڑے سخت دشمن تھے یہاں تک کہ فتح مکہ تک آپ نے اسلام قبول نہیں کیا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے یہاں تک کہ قتل کرنے کی سازشوں میں سب سے بڑا رول ادا کیا تھا۔لیکن فتح مکہ کے بعد ابوسفیان مسلمان ہوگئے۔ جانتے ہو مسلمان ہونے کے پیچھے کون سی چیز کارفرما تھی۔مفسرین کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت ابوسفیان غیر مسلم تھے اس وقت حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بیٹی ام حبیبہ جو اسلام قبول کر چکی تھیں، ان سے نکاح فرمایا۔ یہ نہیں کہا کہ یہ میرے دشمن کی بیٹی ہے تو میں اس سے نکاح کیسے کروں گا۔ایک احسان حضور نے کیا یعنی ان کی برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا تو اللہ نے انہیں ایمان نصیب کر دیا۔

پونہ میں کچھ دنوں پہلے اجتماع کی دعوت کے سلسلے میں گیا تھا اور وہاں میں اسی آیت اور اس کی تفصیل بیان کر رہا تھا تو مجمع میں سے ایک نوجوان اٹھ کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میں غیر مسلم ہوں مجھے کلمہ پڑھا لیجیے۔ اگر یہ اسلام ہے تو میں اسلام قبول کرتا ہوں، وہ کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ اسلام کی تعلیم یہ نہیں ہے کہ برائی کا بدلہ برائی سے دو بلکہ اسلام کی اصل تعلیم یہ ہے کہ برائی کا بدلہ بھی بھلائی سے دو۔لیکن یہ مشکل ہے سب کے لیے تو کس کے لیے ممکن ہے؟ یہ بھی قرآن نے واضح کیا۔اللہ فرماتا ہے:وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ یہ ممکن نہیں ہے مگر صبر کرنے والوں کے لیے۔اور یہ سب کے نصیب میں نہیں ہے مگر بڑے نصیب والوں کے نصیب میں ہے۔جو بہت نصیب والے ہوتے ہیں وہی ایسا کر سکتے ہیں کہ برائی کرنے والوں کے ساتھ بھی بھلائی کریں۔تو کیا میں آپ سے امید کروں کہ آپ اس پر عمل کریں گی؟ جائیے گھر جا کر معافی مانگیے اپنے معاملات کو رفع دفع کیجیے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سامنے والا جس کے ساتھ آپ کا PROBLEM ہے وہ آپ کو معاف کرنے کو تیار نہ ہو۔تو سوال آپ سے نہیں ہوگا اب سوال اس سے ہوگا جس نے معاف نہیں کیا اور جو معاف نہ کرے اس کے بارے میں میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان بھائی یا بہن دوسرے مسلمان بھائی بہن سے معافی مانگے اور وہ معاف نہ کرے تو کل بروز قیامت میرے حوض کوثر پر آنا اسے نصیب نہیں ہوگا۔اب مجھے بتاؤ کہ یہاں پر اکڑنا اچھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے جام کوثر پینے کے لیے جھکنا اور معاف کرنا اچھا۔یقیناً آپ کا جواب یہی ہوگا کہ معاف کرنا بہتر ہے اور اللہ بھی معاف کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔شب قدر اتنی قدر والی رات ہے اس کی سب سے عظیم دعا جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی تھی وہ یہی تھی اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔اے اللہ بے شک تو معاف کرتا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف فرمادے۔ وادی نور میں آنے کی ایک فضیلت یہ بھی آپ کو حاصل ہوجائے کہ آپس میں جھگڑے ختم ہوجائیں تاکہ ہمیں جنت میں داخلہ تو ملے ورنہ رشتہ توڑنے والے کو تو جنت میں داخلہ ہی نہیں ملے گا۔جیسا کہ آپ نے ابھی حدیث شریف میں سماعت فرمایا۔

تیسرا جادوگر ہے جو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔آج کل بہت ساری عورتیں باباؤں کے چکر میں جادوٹونے کے چکر میں خود کا بھی سکون غارت کرتی ہیں اور دوسرے گھر کا بھی سکون چھین لیتی ہیں۔بابا کون سے منتر پڑھتے ہیں اور کیا کرتے ہیں اس کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا۔وہ شرعی طور پر جائز ہے یا نہیں؟ کہیں اس میں کفر وشرک تو نہیں ہے اس کا بھی ہم کو علم نہیں ہوتا۔اگر ہم نے اس سے توبہ نہیں کی تو پھر ہم اس میں شریک ہونے کے سبب اس سزا کے حقدار ہوسکتے ہیں جو ان کی ہے۔تو ان ساری چیزوں سے توبہ کرنی بہت ضروری ہے۔اگر کوئی شرابی ہے تو شراب سے توبہ کرے، رشتے داری کاٹنے والا ہے تو رشتے داری کاٹنے کے عمل سے توبہ کرے اور جادوٹونا کرانے والا ہے تو اس سے بھی توبہ کرے۔یہ لوگ وہ ہیں جن کی تو شب برأت میں بھی بخشش نہیں ہوتی۔فرمایا: حتیٰ یتوبوا یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں۔اگر یہ لوگ توبہ کرلیں تو ان کی بھی بخشش ہوجائے گی۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقے میں ان تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

......

ضروری اعلان

انعامی مقابلہ نمبر ۱۱،۱۲ کے جوابات اور نتیجہ آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔مقابلہ نمبر ۱۲، کے جوابات وقت پر ضرور ارسال کریں۔(ادارہ)

گانا باجا اور مسلم معاشرہ

از: مولانا محمد مجاہد حسین حبیبی

بڑی تیزی کے ساتھ مسلم معاشرے میں برائیاں پیر پھیلاتی جا رہی ہیں۔ ہر نئی صبح وشام کے ساتھ برائیوں اور خرابیوں میں اضافہ ہی اضافہ ہے۔ بندہ برائی وخرابی میں الجھ کر خود کو گناہ گار اور، رب کی رحمتوں سے دور کر رہا ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس کہ لوگوں کو اس کا شعور واحساس بھی نہیں کہ وہ کیسے کیسے گناہ انجام دے رہے ہیں اور آخرت میں ان کا کیسا بھیانک انجام بھگتنا پڑ سکتا ہے۔ سر دست مسلم معاشرے میں پھیلے تمام برائیوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں بلکہ ان برائیوں میں سے صرف ایک گناہ یعنی گانے باجے کی دنیاوی واُخروی خرابیوں سے خبر دار کرنا ہے تا کہ مسلمان خود کو اس گناہ سے بچا کر رب کی ناراضگی، عاقبت کی خرابی اور جنت کی محرومی سے بچا جا سکے۔

صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی محلّہ، کوئی بھی گھر، کوئی بھی فرد بوڑھا، جوان، بچہ، مرد، عورت کوئی بھی اس گناہ سے بچا نہیں ہے۔ موبائل میں گانا، آٹو رکشہ میں گانا، ہوٹل میں گانا، مار کیٹ میں گانا، تہوار میں گانا بجانا، شادی بیاہ میں گانا بجانا گویا گانے باجے کے بے غیر زندگی کا کوئی تصور نہیں۔ نئی نسل اپنے بڑوں سے چار ہاتھ اور آگے نکل چکی ہے موبائل اور ہیڈ فون کے ذریعہ اسکول، کالج، ٹیوشن آتے جاتے ہوئے۔ ریل بس، ٹیکسی، بائیک پہ سفر کرتے ہوئے گانا ہی گانا۔ گویا گانا زندگی کا ایک حصہ بن چکا ہے نہ کوئی اس کے دینی ومذہبی نقصان سے واقف ہے اور نہ اس عظیم نقصان وخسران سے بچنے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جبکہ بعض گانے ایسے بھی ہیں جو ناجائز پیار محبت، عریانیت وبے حیائی، فسق وفجور، سرکشی وبغاوت اور خداوند قدوس کی ناشکری اور کفریات پر مشتمل ہیں۔ ایسے میں اس طرح کا گانا سن کر آدمی صرف گناہگار ہی نہیں بلکہ کفر میں بھی مبتلا ہو رہا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ائمہ مساجد، علما، خطبا، واعظین اور داعیان دین اس بدترین گناہ اور سنگین دینی جرم سے مسلمانوں کو بچانے کی تدبیریں کریں۔ ورنہ آنے والا وقت اور برا ہوگا مسلم معاشرے میں بے حیائی آوارگی، عریانیت وننگا پن، دینی بے زاری اور مذہب سے دوری مزید بڑھے گی۔ قوم کی بھی ذمہ داری ہے کہ حقائق سے واقف ہونے کے بعد اس قسم کے گناہوں کے قریب نہ پھٹکیں۔

اب ذیل میں گانے باجے کی مذمت میں وارد ہونے والی حدیثیں درج کی جارہی ہیں تا کہ مسلمان انہیں پڑھ کر اپنی، گھر والوں کی، دوست واحباب کی، رشتہ داروں اور دیگر لوگوں کی اصلاح کی کوششیں کریں۔ حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

گانا باجا نفاق پیدا کرتا ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک غناء یعنی (گانا باجا) دل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔ (ابوداود)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: گانا باجا دل میں نفاق کو اسی طرح پروان چڑھاتا جس طرح پانی کھیتی کو پروان چڑھاتا ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

یعنی جو گانا باجا کا جس قدر شوقین ہوتا ہے نفاق اس حد تک اس کے قلب وجگر میں اپنی جڑیں جما چکا ہوتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو گانا باجا سنے گا اسے جنت میں روحانین سے سننے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ صحابہ نے دریافت کیا روحانین کون ہیں،؟ فرمایا روحانین اہل جنت کے قراء ہیں۔ (کنز العمال)

اللہ کو دو آوازیں سخت ناپسند ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو آوازیں دنیا وآخرت میں اللہ کے حضور سخت ناپسندیدہ ہیں۔ (۱) خوشی کے وقت گانے باجے کی آواز

(۲) مصیبت کے وقت رونے دھونے کی آواز۔ (مجمع الزوائد)

افسوس! آج لوگوں نے اللہ کی ناپسند کو اپنی پسند بنالیا ہے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خوشی کے وقت اللہ کا شکر ادا کیا جاتا اور مصیبت کے وقت اللہ سے صبر اور عافیت طلب کی جاتی۔لیکن وائے رے حرماں نصیبی خوشی کے وقت خدا اور رسول، دین و مذہب، شریعت وسنت کو فراموش کر کے لوگ رقص و سرور، شراب وکباب، گانے باجے کی محفلیں سجاتے ہیں اور مصیبت کے وقت اللہ کی ناشکری اور شکوہ شکایت کرتے ہیں۔

حضور نے گانا گانے اور سننے سے بھی منع فرمایا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے باجے سے منع فرمایا اوران کے سننے سے بھی منع فرمایا۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم خاص کر آلات موسیقی اور گانے باجے سے بچو اس لیے کہ یہ دونوں دل میں نفاق کو اسی طرح پروان چڑھاتے ہیں جس طرح پانی گھاس پھوس کو پروان چڑھاتا ہے۔ (کنزالعمال)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو گانا باجا سے بچنے کا حکم فرمایا تھا لیکن امتی ہونے اور غلامی کا دم بھرنے والے حضرات آج بڑی تعداد میں اپنے رسول کا حکم طاق پر رکھ کر صبح سے شام تک گانا باجا میں مصروف ہیں۔کیا نبی کی محبت اور اطاعت کی یہی علامت ہے؟

گانا سننے کی بھیانک سزا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی گانے والی کے پاس گانا سننے کے لیے بیٹھا تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس کے کان کو گرم پگھلے ہوئے رانگے سے بھر دے گا۔ (کنزالعمال)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کی ایک جماعت کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر کی شکل میں کر دیا جائے گا جبکہ ایک جماعت کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ایک جماعت پر سخت تیز وتند ہوا بھیج کر ہلاک کیا جائے گا۔اس لیے کہ وہ شراب پئیں گے، ریشم پہنیں گے، گانے والی عورتوں کے دلدادہ ہوں گے اور گانے باجے والے ہوں گے۔ (کنزالعمال)

مذکورہ حدیث سے گانا باجا اور دیگر لغویات کی تباہ کاریوں کا پتہ چل رہا ہے۔لیکن فی زمانہ گانا باجا اور میوزک سن کر لوگ اپنے دل ودماغ کو سکون پہچانے کی کوشش کررہے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ گانا باجا سخت ترین عذاب کا سبب بننے والا ہے۔

حضور نے ناچنے گانے والی عورتوں سے بچنے کا حکم فرمایا:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانے والی اور نوحہ کرنے والی عورتوں سے منع فرمایا (یعنی ان سے دور رہنے کو فرمایا) اور ان کی خرید وفروخت اوران کی تجارت سے بھی منع فرمایا اور فرمایا کہ ان کی کمائی حرام ہے۔ (کنزالعمال)

حضور نے ناچنے گانے والی عورتوں سے دور رہنے کا حکم فرمایا لیکن آج کل ان بے حیا عورتوں، ہیروئنوں، کی تصویریں مسلمانوں کی دکانوں، مکانوں، موبائل فون، ٹی شرٹ میں جگہ جگہ دیکھنے کو مل رہی ہیں۔اکثر مسلم لڑکیاں انہی کو اپنا آئیڈیل اور رہنما مان کر انہی کے طریقے اور وضع قطع اور لباس اپنا رہی ہیں۔یہ ناچنے گانے والیاں تو جہنم جائیں گی بھلا ان کے پیچھے چلنے والی کیسے جنت جائیں گی؟

ناچنے گانے والے کی آمدنی حرام ہے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے گانے باجے کے آلات توڑنے کے لیے بھیجا ہے۔اور میرے رب عزوجل نے قسم کھائی ہے کہ میرا جو بندہ دنیا میں شراب پیئے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کھولتا ہوا پانی پلائے گا چاہے اسے عذاب دیا جائے یا بخش دیا جائے۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا گانے والے مرد اور عورت کی کمائی حرام ہے اور زانیہ کی کمائی حرام اور ناپاک ہے اور اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ اس بندے کو جنت میں داخل نہ کرے جو حرام آمدنی سے پلا بڑھا ہو۔ (کنزالعمال)

بڑی شرم کی بات ہے کہ جس نبی کی بعثت آلات موسیقی توڑنے کی لیے ہوئی تھی اس کی امت ناچ گانا دیکھنے اور سننے میں مصروف ہے بلکہ بڑی تعداد میں فلمی گانے اور فلموں کی سی ڈی کی دکانیں مسلمانوں نے کھول رکھی ہیں۔مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اس

ذریعہ سے کمائی ہوئی دولت خالص حرام ہے۔اور حرام کھا کر کوئی جنت نہیں جا سکتا ہے۔

ناچ گانا کے شوقین پر عذاب آئے گا:

حضرت ہشام بن عاص اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا ربیعۃ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آخر زمانے میں میری امت کے کچھ لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا کچھ لوگوں کو مسخ کر دیا جائے گا اور کچھ لوگوں کو پتھر کی بارش کے ذریعہ ہلاک کر دیا جائے گا۔صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کس وجہ سے ہوگا فرمایا ناچنے گانے والی عورتوں کو اختیار کرنے اور شراب پینے کی وجہ سے ایسا ہوگا۔(کنز العمال)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پازیب کی آواز کو اسی طرح سخت ناپسند رکھتا ہے جس طرح گانے باجے کی آواز کو ناپسند رکھتا ہے۔پھر فرمایا اور آواز کرنے والی پازیب (پایل) ملعون عورت کے علاوہ کوئی نہیں پہنتی ہے۔(مسند الفردوس للدیلمی ۴)

ہلاکت کے چھ اسباب:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت چھ چیزوں کو اپنے اوپر حلال کرلے گی تو وہ تباہ و برباد ہوجائے گی۔وہ چھ چیزیں یہ ہیں۔(۱)وہ آپس میں لعن طعن کریں گے (۲)شراب پئیں گے (۳) ریشم پہنیں گے (۴)ناچنے گانے والی عورتوں کو اختیار کریں گے (۵)مرد مردوں سے (۶)عورت عورتوں سے اپنی جنسی خواہش پوری کریں گی۔(المعجم الاوسط للطبرانی)

یہ ساری برائیاں سماج اور معاشرے میں پائی جارہی ہیں اس لیے بہت ممکن ہے کہ اللہ کا عذاب زلزلہ، سیلاب، طوفان، قحط یا کسی اور شکل میں آن پڑے اس لیے فوری طور پر لوگوں کو ان گناہوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔

مسلمان گانا باجا کی آواز سے بھی پرہیز کریں:

حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (راستہ چلتے ہوئے ایک جگہ) گانا باجا کی آواز سنی تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلی ڈال لی اور راستے کے ایک طرف ہولیے پھر انہوں نے مجھ سے دریافت کیا اے نافع کیا تم کچھ سن رہے ہو؟ کہا نہیں کچھ بھی تو نہیں تو حضرت عبداللہ نے انگلیوں کو کان کے سوراخوں سے ہٹالیا اور فرمایا ایک مرتبہ میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا حضور نے بھی اسی کی طرح آواز سنی تو ایسا ہی کیا جیسا میں نے کیا ہے۔(ابوداؤد)

مسلمان مرد و عورت کو بھی چاہیے کہ حضور اور صحابہ کی پیروی کریں اپنے کانوں میں میوزک اور گانے کی آواز جانے نہ دیں۔یہی حضور کی سچی غلامی اور محبت کی علامت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ڈھول بجانے۔چنگ و رباب اور بانسری بجانے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ کھیل کود سے میرا کوئی کام نہیں۔(الادب المفرد للبخاری)

یعنی گانا باجا، آلات موسیقی اور غیر ضروری کھیل کود کا اسلام اور پیغمبر اسلام سے کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا حدیثوں سے ہمیں یہ نتائج ملے کہ گانا باجا دل میں نفاق کو پروان چڑھاتا ہے۔بندے کو رب کی رحمتوں سے دور کرتا ہے۔گانا سننے والے دنیا و آخرت میں اللہ کے عذاب کے مستحق ہیں۔جنت سے محرومی اور جہنم میں یہ داخلے کا سبب ہے۔تو کیا ہم یہ سب جان کر بھی اس گناہ سے نہیں بچیں گے؟ کیا یہ حدیثیں ہمارے فکر و نظر کے دریچے کھولنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ یقیناً اللہ سے ڈرنے والے اور آخرت کے دن اللہ کے حضور پیش ہوکر اپنے معاملات کے حساب دینے کی فکر کرنے والوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہ وعیدیں کافی ہیں۔امید ہے کہ انہیں پڑھ کر سچے پکے اور اچھے مسلمان ضرور اپنی اور اپنے گھر والوں کی اصلاح کی کوششیں کریں گے۔

مسلم نوجوانوں کی ذمے داریاں

از: سید امین الدین

ہر چیز کا درمیان بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ سورج تین ادوار سے گزرتا ہے۔ پہلے طلوع ہوتا ہے اس کے بعد عروج پر آتا ہے اور پھر غروب ہو جاتا ہے۔ نکلتے ہوئے سورج کو ممکن ہے کہ دنیا کا کوئی انسان پہچان نہ سکے اس لیے کہ اس کی شعائیں اس کے ساتھ نہیں ہوتیں مگر جس وقت وہ سر پر ہوتا ہے دنیا کے کسی انسان کے نگاہوں میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ اس کو نگاہ بھر کر دیکھ سکے اور پھر غروب کے وقت بھی اس کی وہی کیفیت ہوتی ہے جو طلوع کے وقت تھی۔ پتہ چلا کہ جب سورج کا عالم شباب ہوتا ہے اس وقت اس کے حسن و جمال کی کیفیت جدا ہوتی ہے وہ کائنات کے ذرے ذرے کو جگمگا دیتا ہے۔ اسی طرح پھول بھی تین ادوار سے گزرتا ہے پہلے وہ کلی کی شکل میں ہوتا ہے اس کا تیسرا دور اس کے مرجھانے کا ہوتا ہے اور اس کے بیچ کا زمانہ اس کے کھلنے کا زمانہ ہوتا ہے۔ جب وہ کلی کی شکل میں پتیوں کے درمیان چھپا ہوا ہوتا ہے تو دنیا کا کوئی انسان اسے اپنی دستار میں نہیں رکھتا نہ اس سے خوشبو مل پاتی ہے اس لیے کہ وہ اس کی ابتدا ہوتی ہے اور اس کے بعد جب وہ کھلتا ہے یعنی اس کا عالم شباب ہوتا ہے تو کوئی اسے اپنی دستار میں رکھتا ہے، کوئی بزرگوں کی محفل میں سجاتا ہے اور کوئی بزرگوں کے مزارات پہ لے جاتا ہے۔ پتہ چلا کہ ابتدا میں اسے کوئی نہیں پوچھتا اور مرجھانے کے بعد بھی وہ پھینک دیا جاتا ہے۔ اگر ایک پھول عزت پاتا ہے تو کھلنے کے بعد یعنی اپنے درمیان کی مدت میں۔ اسی طرح بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ دنیا میں انسان بھی تین دور سے گزرتا ہے ایک اس کا بچپن، ایک اس کی جوانی اور ایک اس کا بڑھاپا۔ بچپن میں وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے بچپن میں انسان عقل و شعور نہیں رکھتا اور جب وہ بوڑھاپے کی منزل میں پہنچ جاتا ہے تو وہی انسان کمزور ہو جاتا ہے، درمیان میں انسان کو جوانی کی نعمت ملتی ہے۔ جس طریقے سے عالم شباب کا سورج ذرے ذرے کو جگمگا دیتا ہے اور عالم شباب میں پھول کھل کر لوگوں کی مشامِ جاں کو معطر کرتا ہے اسی طرح ایک جوان اگر اپنی جوانی کا صحیح استعمال کر لے اور اس کو کسی مناسب کام میں لگا دے تو اس کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ کائنات میں انقلاب فرما دیتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے ؎

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

اللہ کو جوانوں کی جوانی بھی پسند ہے اور جوانی کی عبادت بھی پسند ہے۔ اللہ رب العزت کو جوانی اس لیے پسند ہے کہ اللہ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بڑھاپے کے عیب سے بچا لیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ترسٹھ سال کی عمر میں بھی چونتیس سال کے جوان نظر آتے تھے۔ جب جنتی جنت میں جائیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی جوانی انہیں لوٹا دے گا۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی جوان ایک رکعت نماز پڑھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ بوڑھوں کی سو رکعت کی برابر اسے ثواب عطا فرماتا ہے۔ اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی جوان رات کی تاریکی میں نماز فجر کے لیے پیدل چل کر مسجد جاتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اسے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ ان نوجوانوں کو خوش خبری دے دو جنہوں نے اپنی جوانی گناہوں سے بچا کر گزاری۔ اللہ ایسے جوانوں کو قیامت کے دن عرش کا تاج عطا فرمائے گا۔ آج جوانی کا صحیح استعمال کرنے والے کتنے ہیں؟ آج جوانی کو داؤں پر لگایا جا رہا ہے عیاشیوں کی نذر کیا جا رہا ہے۔ آج کا نوجوان یہ سمجھتا ہے کہ میری جوانی تو شراب کے لیے ہے شباب کے لیے ہے، کھیل کود کے لیے ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ جب صلیبی جنگ میں عیسائیوں کو شکست دی گئی تو اس کے بعد انہوں نے طے کیا کہ مسلمانوں سے اب میدان

میں نہیں لڑنا ہے بلکہ ان کو زیر زمین ہلاک کرنے کی کوشش کی جائے تخریب کاریوں کے ایسے جال پھیلا دیے جائیں کہ مسلم نوجوان ہلاک ہوکر رہ جائے۔اسی لیے ان کے کسی دانشور نے کہا تھا کہ شراب کا ایک پیالہ اور شباب کی ایک نگاہ مسلم نوجوانوں کو اتنا ہلاک کرتی ہے کہ ایک ہزار توپوں سے انہیں اتنا ہلاک نہیں کیا جاسکتا۔آج قوم مسلم کے نوجوانوں کو خاص طور پر شراب وشباب میں مبتلا کردیا گیا ہے برائیوں میں مبتلا کردیا گیا ہے۔وہ جوان جو کبھی فاتح اندلس کہلایا کرتا تھے جو کبھی مذہب کے لیے ہند کا سفر کیا کرتے تھے آج اسی قوم کے جوانوں کو عیاشیوں کی راہ پر ڈال دیا گیا ہے۔وہ نوجوان جو کل تک کے دوسروں کی بچیوں کی حفاظت کرتا تھا وہی نوجوان اپنے ہی محلوں کی بہو بیٹیوں پر غلط نگاہ اٹھاتا ہے۔اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے جو بندے اپنی نگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں وہ ایمان کی لذت پاتے ہیں۔حضرت شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بہت بڑے بزرگ ہیں ان کی زندگی کا عالم یہ تھا کہ ان کی راتیں مصلے پر گزرتی تھیں۔یہ اتنے عظیم ترین بزرگ ہیں کہ تصوف پر اولین زمانے میں لکھی جانے والی کتاب رسالۂ قشیریہ میں جا بجا بڑے بڑے القابات سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب دنیا سے تشریف لے گئے تو تقریباً ستر سال کے بعد کسی نے انہیں خواب دیکھا اور ان سے پوچھا: شیخ! یہ بتائیں کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس دن سے میری روح کا رشتہ میرے جسم سے ٹوٹا ہے اس دن سے لے کر آج تک دھوپ میں کھڑا کیا گیا ہوں اور اب تک دھوپ میں کھڑا ہوں۔نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی رحمت سے امید لگائے منتظر ہوں۔ساری زندگی کی عبادت، رات کی تاریکیوں کی عبادت اور دن کے وقت عبادت دھری کی دھری رہ گئی۔ایک گناہ پر پکڑ ہوگئی اس کی وجہ سے میں ستر سال سے دھوپ میں کھڑا ہوں۔پوچھنے والے نے سوال کیا کہ حضور! آپ جیسے بڑے بزرگ سے آخر وہ کون سا گناہ ہوگیا جس کی بنیاد پر ستر سال سے آپ دھوپ میں کھڑے ہوئے ہیں۔شیخ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ بچپن کا زمانہ تھا میں مدرسے جارہا تھا مدرسہ جاتے ہوئے میں نے ایک خوب صورت لڑکے کو دیکھا اور اس پر بُری نظر ڈالی اسی ایک جرم پر پکڑ ہوگئی۔آپ مجھے بتائیں کہ شیخ ابوعلی دقاق جیسا بزرگ اگر بچپن میں ایک نظر کسی لڑکے پر غلط ڈالیں تو وہ اس آزمائش میں مبتلا کیے جائیں۔ آج ہماری نگاہیں لڑکوں کے بجائے لڑکیوں پر اٹھ رہی ہیں۔ہم نے اپنا وہ اثاثۂ عشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گم کردیا ہے جو اگر بلال کے دل میں پیدا ہوجائے تو کعبہ بلال کے قدموں کے نیچے نظر آئے، خالد بن ولید کو میسر ہوجائے تو وہ سیف اللہ بن جائیں اور ابو عبیدہ ابن جراح کو میسر آجائے تو وہ امین الامہ بن جائیں۔نگاہوں کو آوارہ کرکے اور اپنی جوانی داؤں پر لگا کر ہم عشق مصطفیٰ کے اس عظیم اثاثے سے ہاتھ دھو رہے ہیں۔

نوجوان کسی قوم کا سرمایہ ہوتا ہے۔اگر ہم نے اپنی جوانی کو دین کی راہ پر لگا دیا تو یہ بڑی بات ہوگی۔توبہ تو سبھی کرتے ہیں کوئی بوڑھاپے میں توبہ کرتا ہے مگر جوانی کی توبہ بھی بڑی عجیب توبہ ہے۔آقا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی جوان اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے تو اس خوشی میں ستر دن آسمانوں میں نور کی قندیل روشن کی جاتی ہے۔ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں ایک بوڑھے تشریف لائے اور ایک نوجوان حاضر ہوئے۔دونوں عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں۔اسی وقت بلبل سدرہ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! اس جوان کو آپ میرا سلام پیش فرمادیں۔میرے آقا نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل! توبہ دونوں نے کی ہے تم نے صرف جوان کو سلام کہا ہے۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! بوڑھے نے بڑھاپے میں توبہ کی ہے اس لیے میں نے اسے سلام نہیں کہا اور جوان نے جوانی میں توبہ کی ہے اور اصل توبہ کا وقت تو جوانی ہے۔اپنی جوانی کو دین کی راہ پر لگادو عشق مصطفیٰ کی راہ پر لگادو ہم اپنے دل میں عہد کریں کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں گے، ہر گلی کوچے میں عشق مصطفیٰ کا انقلاب پیدا کردیں گے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ڈنکے بجادیں گے۔ میرے آقا فرماتے ہیں کہ ان نوجوانوں کو خوش خبری دے دو جو میری محبت کا پیغام دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور لوگوں کو میرا شیدائی بناتے ہیں۔کل قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو جنت میں میرا پڑوسی بنادے گا۔

اسلام کی حقانیت

از: مولانا سلمان نجمی ازہری

دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں۔ ہم اسلام کو ہی کیوں اختیار کریں؟ اسلام ہی وہ مذہب کیوں ہے کہ ہم بارہا یہ کہتے ہیں کہ یہ حق ہے اور ہمیں آج اسی کو اختیار کرنا چاہیے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ (سورۂ آل عمران آیت ۸۵) جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی طرف نکلا وہ قبول نہیں کیا جائے گا وہ آخرت میں خاسرین میں سے ہوگا۔ دوسرے مذاہب کی دلیل دینا ہماری عادت نہیں کہ توارت میں کیا ہے، انجیل میں کیا ہے، ہندوؤں کی کتابوں میں کیا ہے۔ اسلام حق ہے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہم نے مانا ہے۔ ان کتابوں کی وجہ سے نہیں۔ ہم ایسی بہت ساری چیزیں پیش کر سکتے ہیں جو غیر مسلموں کی کتابوں میں قرآن سے متعلق ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ یہودیوں کا تو یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَه كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ هُمْ یہ لوگ جن کو اللہ نے کتاب عطا کی ہے یعنی یہود ونصاریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (سورہ بقرہ آیت: ۱۴۶) اس لیے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ساری صفات اور ساری عادات کریمہ انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھی تھیں۔ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مذہب حق اس لیے ہے کہ اس مذہب نے انسان کو انسانیت کا مقام یاد دلایا ہے۔ انسان کو اس کی حیثیت یاد دلائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے بہت ساری کتابیں اللہ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائیں مگر ان ساری کتابوں کی آیات میں کہیں اللہ نے یہ نہیں فرمایا: اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ ۔(سورہ المائدہ آیت ۳) کہ آج کے دن میں نے اپنے دین کو مکمل کر دیا۔ یہ صرف اور صرف اسلام کے لیے اللہ نے فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے کہ اے محبوب! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج کے دن میں نے اسلام کو یعنی دین کو مکمل کر دیا ہے ورضیت لکم الاسلام دینا اور تمہارے اسلام کو دین کی حیثیت سے میں نے پسند کر لیا ہے۔

میں چند مثالوں کے ذریعے آپ کو بتاؤں۔ اسلام میں مذہب، ہر جگہ کے انسانوں کے لیے، ہر رنگ ونسل والوں کے لیے اور ہر زمانے کے لیے قوانین مرتب کیے گئے ہیں۔ پوری دنیا والوں کے لیے ایک روشن کتاب کی حیثیت سے قرآن پاک موجود ہے وہ اس طرح سے کہ دوسرے مذہبوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے بہت ساری آسمانی کتابیں تھیں لیکن وہ اپنے زمانے کے ساتھ خاص تھیں۔ ان کا جتنا زمانہ تھا اتنے ہی وقت کے لیے قوانین نازل ہوئے تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جو قوانین چلتے تھے آپ کے دور کے بعد وہ قوانین نہیں چلے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جو قوانین ان کی اُمت کے لیے تھے ان کے بعد پھر نہ چل سکے اس لیے کہ وہ ایک زمانے کے لیے بنائے گئے تھے اور ایک علاقے والوں کے لیے بنائے گئے تھے لیکن جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک کو نازل فرمایا تو یہ ارشاد فرمایا کہ یہ اب قیامت تک رہے گا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔(سورۂ حجر آیت: ۹) بے شک ہم نے ذکر یعنی قرآن کو نازل فرمایا اور اس کی ہم ہی حفاظت بھی کریں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا: اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً میں تمام مخلوق کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ کسی رنگ والے اور کسی نسل والے کے لیے ہمارے رسول کا پیغام خاص نہیں تھا۔ چاہے وہ عربی ہو یا عجمی چاہے وہ کالا ہو یا گورا۔ رسول اللہ کا پیغام سب کے لیے ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انسانوں کے لیے جو حقوق مرتب کیے ہیں وہ ہم کہیں نہیں پاتے۔ مثال کے طور پر ایک عورت کو لے لیں۔ آج بھی یہ مظلوم ہے اور بہت سارے لوگ اس کو انصاف دلانے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں لیکن اسلام سے پہلے عورت کا کتنا برا مقام تھا۔ رومانی حکومت میں عورت کو ایسی سزائیں دی جاتی تھیں کہ اس کے دونوں جبڑوں پر آہنی تالا لگایا جاتا تھا۔ ان کے نزدیک عورت کو بات کرنے کا حق نہیں تھا۔ عورت ایسے ہی گھوم پھر سکتی تھی مردوں کی خدمت کر سکتی تھی اور اپنے گھر کے کام کاج کر سکتی تھی بلکہ عورت کے جب ناپاکی کے ایام آتے تو اس

ریسرچ اسکالر جامعہ ازہر قاہرہ مصر۔

کو جانوروں کے ساتھ اصطبل میں باندھا جاتا تھا۔ ایک بڑے مشہور محقق نے یہ بات بھی کہی ہے کہ رومانی حکومت میں عورتوں کے گلے میں بھی زنجیر ڈالی جاتی تھی اور پیروں میں بھی زنجیر ڈالی جاتی تھی۔ آج اس محقق نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آج کے دور میں بھی جو عورتیں پائل پہنتی ہیں اور گلے میں ہار پہنتی ہیں یہ اسی کی باقی ماندہ مثالیں ہیں۔ ہندوستان میں جو مذاہب پائے جاتے ہیں یہاں تو یہ عالم تھا کہ عورت کو جینے کا حق اس کے شوہر کے بعد نہیں دیا جاتا تھا۔ اس کا شوہر اگر مر جائے تو اس کے لیے ایک ہی سزا تھی کہ اس کو بھی آگ میں جلا دیا جائے۔

رشیا میں پانچویں صدی میں بڑے بڑے محققین کا ایک اجتماع منعقد ہوا۔ اسے پڑھ کر افسوس ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس بات پر اجتماع کیا کہ یہ پہچانا جائے کہ عورت انسان ہے یا نہیں ہے۔ عورت کو ہم انسان مانیں یا نہ مانیں۔ سارے محققین نے یہ طے کیا کہ انسان تو ہم مانیں گے مگر مرد کی ایک خادمہ کی حیثیت سے اس سے زیادہ نہیں۔ دیگر ممالک میں بھی اٹھارہویں صدی تک یورپ میں عورت کے کوئی حقوق نہیں تھے مگر قرآن مقدسہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْف (سورۂ بقرہ آیت ۲۲۸)

عورتوں کے لیے بھی بھلائی میں اتنا ہی حصہ ہے جتنا مردوں کے لیے ہے اور عورتیں جو بھی نیکیاں کرتی ہیں مردوں کے برابر انہیں بھی ثواب دیا جائے۔ مساوات کا یہ حق پہلے اسلام نے عطا کیا۔ حدیث پاک میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کی دو بچیاں ہوئیں اور اس نے پرورش کی، اچھا ادب دیا اور ان کی شادی کی تو وہ جنت کا حقدار ہے۔ پوچھا گیا: کیا جس کی ایک بیٹی ہو وہ پرورش کر کے اس کی شادی کر دے تو کیا وہ بھی حقدار ہے؟ حضور نے فرمایا: ہاں وہ بھی جنت کا حقدار ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے بچی کا پیدا ہونا معیوب سمجھا جاتا تھا اس کو گڑھا کھود کر کے دفن کر دیا جاتا تھا اس لیے کہ کسی کو اپنا داماد بنانا عربوں کے لیے عیب کی بات تھی مگر اسلام نے سب سے پہلے عورت کا حق دیا اور عورت کو الگ الگ حیثیت سے حق دیا۔ یہاں تک کہ مردوں کے لیے حضور نے فرمایا تم اپنی بیوی کو مسکرا کر کے ایک لقمہ کھلا دو وہ بھی صدقے کا ثواب ہے اور ماں ہونے کی حیثیت سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الاُمَّهَاتِ ماؤں کے قدموں کے نیچے اللہ نے جنت رکھی ہے۔ ماں ہونے کی حیثیت الگ عطا کی، بیوی ہونے کی حیثیت الگ عطا کی اور ایک بیٹی ہونے کی حیثیت الگ عطا کی۔ یہ اسلام کے قوانین ہیں۔

غلامی ایک بڑی عیب والی چیز ہے غریبی، غلامی کی ہی ایک قسم ہے۔ انسان کو غلام بنایا جاتا تھا اور ایسے ایسے کام کرائے جاتے تھے جو جانوروں سے بھی نہیں کرائے جاتے۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا ہندو ہو کہ ان لوگوں نے غلامی نہیں کروائی ہے۔ آج کے دور میں بھی یہ کاسٹ الگ الگ رکھے گئے ہیں۔ دوسرے مذہبوں میں چند لوگ ہی پجاری بن سکتے ہیں اور جو دلت ہیں وہ کبھی ان کی مقدس کتاب چھو نہیں سکتے۔ غلامی ایسی چیز تھی جس کو سب سے پہلے اسلام نے ختم کیا۔ سب سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں ارشاد فرمایا تھا یا: اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے تم سب کے سب آدم سے پیدا ہوئے ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے تم سب کے سب برابر ہو۔ اس طرح آپ نے ذات پات رنگ و نسل اور قومیت کے اونچ نیچ کو ختم کر کے مساوات، یگانگت اور امداد باہمی کا سبق دنیا کے روبرو پیش کیا۔ اگر آپ نے احادیث کریمہ کو پڑھا ہوتا رسول اللہ کی سنتیں یاد ہوتیں تو دل تڑپ جاتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپسی فتنوں کو کس طرح ختم فرمایا تھا۔ مدینۂ طیبہ میں جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تھے تو دو ایسی قومیں تھیں جو ایک سو بیس سال سے لڑ رہی تھیں۔ عرب کی یہ جہالت بڑی خطرناک چیز تھی۔ باپ بیٹے کو وصیت کر کے جاتا تھا کہ یہ جنگ ختم نہیں ہونی چاہیے۔ بیٹا پھر اپنے بیٹے کو وصیت کر جاتا تھا کہ یہ جنگ ختم نہیں ہونی چاہیے۔ اوس اور خزرج دو قبیلے تھے ان کی جنگ ایک سو بیس سال سے صرف ایک کٹوری پر چل رہی تھی۔ کسی ایک قبیلے والے نے دوسرے قبیلے والے کی کٹوری توڑ دی تھی یا چھین لی تھی۔ اس ایک سو بیس سال کی لڑائی کو محمد رسول اللہ نے اس طرح ختم فرمادیا کہ وہ سب دوست بن گئے۔ اوس قبیلے میں سے بھی رسول کے صحابی ہیں اور خزرج قبیلے سے بھی۔ سب کو رسول اللہ نے ایسے جمع فرمادیا جیسے ایک ماں کے بیٹے ہوں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حبشہ سے بھی کوئی آیا، مصر سے بھی کوئی آیا، یمن سے کوئی آیا، روم سے کوئی آیا اور شام سے بھی کوئی آیا۔ سب دور دور سے آئے مگر مدینۂ طیبہ میں جمع ہو کر انہوں نے ایسی بھائی چارگی اور ایسے اتحاد کا نمونہ پیش کیا جیسے سب کے سب ایک ماں کے بیٹے ہیں۔ یہ مساوات کسی اور مذہب میں ہم نے نہیں دیکھی۔ اسلام کے علاوہ یہ مساوات کسی نے نہیں عطا کی۔ آج

جو ہم میں بہت ساری برائیاں ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اگر تھوڑی سی بھی کچھ آپسی تکرار ہو جائے تو ہم گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک دوسرے صحابی جن کو بعض روایتوں میں حضرت بلال کہا گیا ہے ان کے درمیان کچھ تکرار ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں ابوذر نے یہ پُکارا: یا ابن ام السوداء اے کالی عورت کے بیٹے۔ حضرت بلال حبشہ سے تھے کالے تو تھے اور کالی عورت کے بیٹے بھی تھے مگر یہ بات دل پر لگ گئی تھی۔ بات حضور تک پہنچی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو گئے اور خطبہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلال میں آ گئے اور ابوذر سے کہا: افیک الجاهلية افیک الجاهلية اے ابوذر اب بھی تمہارے اندر جاہلیت باقی ہے اب بھی تمہارے اندر جاہلیت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دو بول ارشاد فرمائے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیچے سو جاتے اور بلال سے کہتے اے بلال! اب تم اسی کالے پیر کو ابوذر کے چہرے پر رکھو اس وقت تک مجھے قرار نہیں آئے گا۔

آج ہم آپس میں جو ٹکراؤ کر رہے ہیں یہ کتنی بُری چیز ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی طاقتور تھے اور آج بھی ہوں گے بس سوئے ہوئے ہیں جاگ جاؤ۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی حرکتوں کو پڑھو ان لوگوں کی سازشیں بھی ہماری قوم میں پہنچ چکی ہیں۔ ان کے کچھ پروٹکولز ہیں۔ ان پروٹکولات کی عربی میں یہودیوں کی ایک مقدس کتاب ہے۔ ان کے منصوبے پڑھنے کے بعد آنکھیں پھٹی رہ جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان لوگوں نے آج سے دو سو سال پہلے ایک میٹنگ کی تھی جس میں یہ طے کیا تھا کہ مسلمانوں میں سے جو نوجوان ہیں مرد ہیں ان کو عورت بنا دیا جائے اور جو عورت ہے اس کو مرد کی شکل دے دی جائے۔ یہ منصوبہ موجود ہے جسے آج ہم پورا کر رہے ہیں۔ آج ان لوگوں نے ہمارے نوجوانوں کے کانوں میں بالیاں تک پہنا دیں، ہاتھوں میں چوڑیاں تک آ گئیں اور بال لمبے کرا کر عورتوں سے تشبیہ تو دے ہی دی ہے اور ہماری عورتوں کے بالوں کو باس کٹ کرا کر مرد تو بنا ہی دیا ہے۔ اب بچا کیا ہے۔ تم یہ سمجھ رہے ہو کہ یہ ماڈرن فیشن ہے۔ نہیں، یہ ماڈرن فیشن نہیں ہے بلکہ تم کسی کی سازش کا شکار ہو رہے ہو تمہارے مذہب پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے تمہارے اخلاق چھینے جا رہے ہیں۔ جب یہ اخلاق ختم ہو جائیں گے تو اللہ کی مدد اور رحمت تمہارے اوپر نہیں آئے گی۔ ایک بہت بڑا یہودی عالم ہے بہت بڑا ریسرچ اسکالر ہے۔ آج سے قریب ایک سو پینسٹھ سال پہلے اس نے بھی یہ کہا تھا کہ ہم اپنے مذہب کی چند مقدس علامتیں بنائیں گے اور پوری دنیا میں ان کو ہم سینوں کے پاس یا ان کے سروں پر پہنچا دیں گے۔ آپ دیکھیں۔ یہ مشاہدے کی بات ہے۔ ان لوگوں نے اپنی یہ چیزیں پوری کر دیں۔ ایک ہاکی کا نشان ہوتا ہے یہ نشان یہودیوں کی ایک مذہبی علامت ہے۔ جو نوجوان ٹی شرٹ پہنتے ہیں ہر ایک کے دل کے پاس یہ نشان ہوتا ہے اور جو ٹوپیاں پہنتے ہیں بعض ان میں بھی یہ ہاکی کا نشان ہوتا ہے۔ ان لوگوں کا یہ منصوبہ تھا مگر آپ اسے فیشن سمجھ کر عمل کرتے جا رہے ہیں۔ مسلمانو! اخلاق رسول کو دوبارہ زندہ کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کیا جواب دو گے؟ آقائے کونین نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ جس نے کسی اور قوم کی مشابہت اختیار کی اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔ مجھے مصر میں یہ سننے کو ملا تھا کہ بعض عیسائیوں کے ریسرچ اسکالروں نے آپس میں یہ کہا کہ مسلمانوں میں کہیں پر بھی ہاسپٹل میں عیادت کرنے کا رواج ہے ہی نہیں۔ یہ ہمارے مذہب میں ہے کہ ہم ہاسپٹل میں مریضوں کی عیادت کرتے ہیں اور ان کو جا کر کے دعائیں دیتے ہیں۔ کوئی نن آئے کوئی راہب آئے ایک مریض کو دعا دے اِس کا اُس کا کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ لیکن اگر آپ تاریخ کو پڑھو گے تو سچائیاں اس کے خلاف ہیں۔ یہ تو رسول اللہ کے اخلاق تھے کہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مریض کے پاس جاؤ اور اس کی شفا کی دعا کرو اللہ تعالیٰ اسے شفا بھی عطا فرمائے گا اور اسے ہدایت بھی عطا فرمائے گا۔ مسلمانو! یہ ذمہ داری ہماری تھی یہ ذمہ داری ہماری ہے مگر افسوس کہ ہم نے اسے فراموش کر دیا۔

علم کے سلسلے میں ایک بڑا الزام ہمارے اوپر یہ بھی ہے کہ علم کے لیے ہم ان کے مجبور ہیں۔ آج ہم میں سے مسلمان یورپ جا کر کے آئیں تو فخر کرتے ہیں۔ تاریخ اگر دیکھو گے تو سولہویں صدی تک پورے یورپ میں راستہ بنانے کا سلیقہ بھی نہیں معلوم تھا۔ اسپین میں جب مسلمانوں کی حکومت تھی بڑے بڑے علما یہاں پڑھایا کرتے تھے۔ یورپ کے چند ہی لوگ جو پادری تھے یہاں پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے اور جب پڑھ کر کے یورپ جاتے تھے تو مشہور یہ ہوتا تھا کہ فلاں پادری کو لکھنا آتا ہے۔ سولہویں صدی میں ان کو لکھنے اور سیکھنے کے لیے مسلمانوں کے پاس جانا پڑتا تھا اور آج اُلٹا ہے۔ آج وہ پوری تاریخ کو بدل رہے ہیں۔ سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پہلی وحی

علم کے متعلق نازل ہوئی تھی: اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علم کے سلسلے میں جتنی توجہ فرمائی ہے اور کسی چیز میں نہیں ہے۔ آپ نے ایک جگہ یہ ارشاد فرمایا: فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلٰی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ ایک فقیہ ہزار عابد سے شیطان پر بھاری ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ پورے مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صرف چھ لوگوں کو لکھنا آتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مدینۂ طیبہ گئے تو بہت قلیل تعداد میں لوگوں کو قلم پکڑنا آتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم پر اتنی توجہ فرمائی کہ جنگ بدر میں بھی جن قیدیوں کو رسول اللہ نے قیدی بنایا تھا ان کا فدیہ بھی لکھنا پڑھنا سکھانا رکھا گیا۔ صحابۂ کرام میں سے بعض نے الگ الگ مشورے دیے تھے۔ اس زمانے میں بعض لوگوں کو مال لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی لکھنا جانتا ہے تو میرے صحابہ میں سے دس لوگوں کو لکھنا سکھادے، وہ آزاد ہوجائے گا۔ آپ کو حیرت ہوگی کہ صرف دس گیارہ سال کے عرصے کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو اسی مدینہ طیبہ میں جہاں صرف چھ یا سات لوگوں کو لکھنا آتا تھا اب ایک لاکھ سے زائد صحابہ کو پڑھنا اور لکھنا آتا تھا۔ یہ تعلیمی انقلاب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں برپا ہوا۔

بہت ساری ایسی مثالیں ہیں۔ مساوات کی ہوں عورتوں کی حقوق کی ہوں بچوں کے حقوق کے ہوں یا نوجوانوں کے حقوق کی ہوں یا غیر مسلمین کے حقوق کے لیے ہوں۔ اسلام نے سب کو برابر کے حقوق عطا کیے ہیں۔ یہ اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ آج آپ کے لیے جو چیز ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ خود پڑھو اور لکھو اور اسلام کو سیکھو کہ رسول اللہ کے اخلاق کیا تھے اور انہیں لوگوں میں عام کرکے بتاؤ۔ آج پوری دنیا میں ہر مذہب والا اسی چیز کے پیچھے لگا ہوا ہے کہ رسول اللہ کے اخلاق کو ختم کردیا جائے۔ ایک انگریز نے ایک کتاب لکھی جس میں لوگوں کو ایکٹریشن کرنے اور اثر انداز کرنے کے لیے سو طریقے لکھے ہیں۔ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ میرے اپنے تجربے کی بات ہے اگر ان طریقوں پر کوئی عمل کرے گا تو انسان اس سے ضرور متاثر ہوکر آپ کا گرویدہ بن جائے گا۔ اس نے یہ کتاب اپنی طرف منسوب کی ہے۔ جب آپ اسے پڑھو گے تو پتہ چلے گا کہ حقیقت میں یہ پورے سو طریقے اخلاق رسول میں ہم کو ملتے ہیں۔ یہ علم سے دوری کی وجہ ہے کہ آج ہم غیروں کی ٹھوکریں کھارہے ہیں ان کے یہاں حصول علم کے لیے جارہے ہیں۔ آپ کے پاس بے شمار علوم ہیں علم سیکھو اور پڑھو۔ بغیر علم کے کوئی ترقی نہیں ہوسکتی جہالت کبھی ترقی نہیں دلاسکتی۔ جتنی برائیاں معاشرے میں آتی ہیں سب جہالت کے پیٹ سے پیدا ہوتی ہیں۔

اسلام سے پہلے کے زمانے کو دور جہالت کہا جاتا ہے۔ اسلام کے بعد کے زمانے کو دور علم کہنا چاہیے مگر اسے دور اسلام کیوں کہا جاتا ہے اس لیے کہ جہالت کی ضد میں اسلام آیا تھا اسلام علم لے کر آیا تھا اس لیے اسے دور اسلام کہا گیا۔ آج سب سے زیادہ ضرورت آپ کے لیے علم ہے۔ آپ عالم بنیں حدیث وقرآن سیکھیں۔ ایسی گمراہ جماعتیں آپ کے درمیان آچکی ہیں جو قرآن وحدیث کے نام پر گمراہ کررہی ہیں۔ اگر علم نہیں ہوگا تو نہ جانے کس کا ایمان کب چلا جائے۔ اگر علم ہوگا تو ہمارے سارے نوجوان محفوظ رہیں گے۔ گمراہ جماعتوں کو ہمیں پہچاننا مشکل ہوگیا ہے اس لیے کہ قرآن وحدیث کی بات وہ بھی کررہے ہیں لیکن آپ کو یہ پتا ہی نہیں ہے جو دلیل وہ قرآن کی دے رہے ہیں وہ حقیقت میں آپ لوگوں کے لیے نہیں مکہ کے کافروں کے لیے تھی مگر وہ آج ہم پر فٹ کررہے ہیں۔ آپ کو سمجھ میں بھی آجاتا ہے کہ ہاں قرآن میں تو ایسا کہا گیا ہے حدیث میں تو ایسا کہا گیا ہے۔ ظاہری چیز دیکھ کر ہم اپنا ضمیر اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں۔ حدیث سیکھنا سب کے لیے ضروری ہے۔ حدیث سیکھنے میں کئی فوائد ہیں ایک تو آپ کی ایمانی واخلاقی اصلاح ہوجائے گی، دوسرے آپ کو علم آجائے گا اور تیسرے آپ کا ایمان محفوظ ہوگا۔ آپ اگر حدیث سیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ ہمارے عقائد کیا ہیں۔ ہم جو عقیدہ رکھتے ہیں یہ حدیث سے ثابت ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہی صحابۂ کرام کے عقائد تھے تابعین عظام کے عقائد تھے۔ ہمارا عقیدہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے بلکہ جو ہم کرتے ہیں یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، صحابۂ کرام نے اور تابعین نے کیا ہے۔ آپ کو پتا چلے گا کہ یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد کے لیے پکارنا جائز ہے یا نہیں۔ صحابۂ کرام یا اولیائے کرام کی قبروں پر جانا جائز ہے یا نہیں۔ مگر یہ حدیث پڑھنے کے بعد ہی سمجھ میں آئے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو علم دین سے روشناس فرمائے، ہم سب کے درمیان سے جہالت دور فرمائے اور ہم سب کو اخلاق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلوؤں سے حصہ عطا فرمائے۔ آمین

﴿......﴾

قرآن اور سائنس

از: مولانا ارشاد نجمی ازہری

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ قرآن مقدس رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ خالدہ ،معجزۂ مستمرہ دائمہ ہے اور قرآن مقدس کی عظمت اور اس کی شان نہ صرف مسلمانوں پر بلکہ غیر مسلموں پر بھی آشکار ہے۔وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ امت مسلمہ کے پاس عظیم سرمایہ ہے قرآن مقدس کی شکل میں موجود ومحفوظ ہے۔

جس دور میں رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مقدس کا نزول ہوا۔اس دور میں جس چیز کا چرچا تھا وہ زبان تھی۔لغت کا چرچا تھا فصاحت وبلاغت کا چرچا تھا لہٰذا اس دور میں قرآن مقدس کو ایسے فصیح وبلیغ انداز میں پروردگار عالم نے نازل فرمایا کہ کسی انسان کے بس کی بات ہی نہیں کہ وہ اس جیسا کلام بنا سکے۔اس کے لیے قرآن نے چیلنج بھی کیا اور اس کے مقابل جتنی بھی باطل قوتیں تھیں اور جتنے دشمنان اسلام تھے سب کے سب چاروں شانے چت ہو گئے۔

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

اُس دور میں قرآن مقدس کا اعجاز ،اعجاز لغوی اور اعجازِ علمی تھا لیکن اس دور کے مقابلے میں آج قرآن مقدس کا اعجاز جس طریقے سے لوگوں پر ظاہر ہوگا وہ فصاحت وبلاغت کی بنیاد پر نہیں اس لیے کہ آج لوگوں میں نہ وہ ملکہ رہا ہے،نہ فصاحت ہے،نہ ہی ان کا وہ مزاج رہا ہے اور نہ آج کوئی اتنا قابل ہے کہ قرآن مقدس کے اس کلام کو صحیح طریقے سے پرکھ سکے بلکہ آج قرآن مقدس کا جو اعجاز ہے وہ اعجاز علمی ہے۔وہ باتیں ہیں جو قرآن مقدس نے چودہ سو سال پہلے بیان کی ہیں اور انسانی عقل وہاں چودہ سو سال بعد پہنچ رہی ہے۔قرآن مقدس کا مطالعہ کرنے والے اگر غور سے مطالعہ کریں تو انہیں پتہ چلے گا کہ قرآن مقدس میں پروردگار عالم نے صرف زندگی گزارنے کے طریقے ہی نہیں بیان فرمائے ہیں بلکہ دونوں جہاں میں کامیابی کس طرح حاصل کرنا چاہیے ان ساری چیزوں کا بیان قرآن مقدس میں موجود ہے۔مولیٰ خود ہی ارشاد فرماتا ہے : وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔اور ہم نے آپ پر جو کتاب نازل کی وہ کتاب ایسی ہے جس میں ہر شی کا واضح اور روشن بیان موجود ہے۔ لہٰذا سائنس، کیمسٹری،فزکس،فاسمالوجی،بائیولوجی وزیالوجی وغیرہ وہ معیاری وترجیحی علوم ہیں جن کا مصدر ومرجع و ماخذ قرآن مقدس ہے۔یہاں تک کہ حضرت عبداللہ ابن عباس جلیل القدر صحابی ارشاد فرماتے ہیں:لَوْضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُهُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اگر میرے اونٹ کی نکیل بھی گم ہو جاتی تو میں اسے بھی قرآن مقدس سے تلاش کر لیتا۔

کلام مقدس کے ذریعے آج ہم پوری دنیا تک اسلام کی حقانیت پہنچا سکتے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم قرآن مقدس کو صحیح طریقے سے سمجھیں۔صرف تلاوت پر اکتفا نہ کریں قرآن مقدس کو پڑھیں اور اسے سمجھیں اور جن آفاقی موضوعات پر قرآن مقدس نے کلام کیا ہے اسے دنیا کی پڑھی ہوئی قوموں کے آگے پیش کریں تو یقین مانیں ان کے پاس قرآن مقدس کے اس اعجاز کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں ہوگا بلکہ ان کے لیے لازم ہوگا کہ وہ قرآن کی حقانیت کو بھی تسلیم کریں اور اس کے ضمن میں اسلام کی حقانیت کو بھی تسلیم کریں۔پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے: اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وہ جنہوں نے جنہوں نے کفر کیا،کیا اس بات سے واقف نہیں ہیں کہ زمین اور آسمان دونوں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا۔(سورہ انبیا آیت،۳۰) میں آپ کو بتاؤں تخلیق کائنات کے حوالے سے آج کا سائنس داں کیا کہتا ہے۔اور دنیا کے وجود کے حوالے سے جو تھیوری آج سائنس کے پاس ہے جس پر مکمل طریقے سے اعتماد کر لیا گیا ہے اس کی حقیقت کیا ہے اور اس حقیقت کے بارے میں قرآن مقدس کس انداز میں بیان کرتا ہے۔دنیا کے پاس یہ حقیقت کب پہنچی ہے اور مسلمان کے پاس یہ حقیقت کب پہنچی ہے۔

جو لوگ سائنس سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔جن

ریسرچ اسکالر جامعہ ازہر قاہرہ مصر۔

لوگوں کا مزاج ہے مطالعے کا وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ کائنات کی تخلیق کے حوالے سے جو نظریہ بیان کیا جاتا ہے اور جس پر سائنس آج تقریباً متفق ہوگئی ہے اور کئی سال تک تجربہ کرنے کے بعد کئی ٹھوکریں کھانے کے بعد آج سائنس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ اس کائنات کی تخلیق کا سبب BIG BANE یعنی انفجار عظیم ہے بہت بڑا دھماکہ ہے۔اس دھماکے کے نتیجے میں اس کائنات کی تخلیق ہوئی ہے اور اس دھماکے کے نتیجے میں آج کائنات موجودہ شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

بلجیم کے ایک بہت بڑے محقق جس کا نام جارج لیومیٹر ہے۔اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ یہ کائنات جس طریقے سے جس شکل میں آج ہمارے سامنے موجود ہے۔یہ گیس، حرارت اور روشنی ان سب کا مجسمہ تھی اور شدت حرارت سے اس کے اندر ایک بہت بڑا دھماکہ ہوا۔اس دھماکے کے نتیجے میں کئی سال تک اس کے حصے دہکتے رہے اور کئی حصوں میں یہ بکھر گئی اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ چاند بن گیا، سورج بن گیا، اور ستارے اور سیارے بن گئے۔سب سے پہلے یہ نظریہ پیش کرنے والا بلجیم کا ایک سائنس داں تھا اور اس کے اس نظریے کی تائید ایک امریکی سائنس داں جارج جیمو نے کی ہے۔۱۹۲۷ء میں جارج لیمومیٹر نے یہ نظریہ پیش کیا۔اس کی اس تھیوری کے پیش کرنے کے بعد دو اور سائنس داں آئے جنہیں دنیا ولسن اور پلنز یاس کے نام سے جانتی ہے جنہیں ۱۹۲۸ء میں نوبل انعام سے نوازا گیا۔انہوں نے ایک عجیب قسم کی ریسرچ اور ایک انوکھا تجربہ کیا۔دنیا کے مختلف حصوں سے جو ریڈیائی لہریں اٹھتی ہیں ان سب کا انہوں نے تجزیہ کیا اور انہیں ریکارڈ کیا۔ریکارڈ کرنے کے بعد جب انہوں نے اس کا رزلٹ دنیا کے سامنے پیش کیا تو ان دونوں کا یہ متفقہ فیصلہ تھا کہ کائنات کے مختلف حصوں سے اٹھنے والی جو ریڈیائی لہریں ہیں ان کی جو فزیکل خصوصیات ہیں۔یہ لہریں جن جن علاقوں سے لی گئی تھیں تمام لہروں کی فزیکل خصوصیات ایک جیسی ہیں۔انہوں نے بتایا کہ فزیکل خصوصیات ایک ساتھ سب کی برابر ہیں۔اس کی وجہ یہی ہے کہ کائنات کا وجود یعنی کائنات جس ہیئت میں آج موجود ہے، زمین آسمان چاند سورج دریا پہاڑ یہ سب جو موجود ہیں ایک انفجار عظیم کا نتیجہ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جس علاقے سے بھی یہ ریڈیائی لہریں ریکارڈ کی جاتی ہیں تو ان کی خصوصیات برابر ہوتی ہیں۔اس کے بعد ۱۹۸۶ء میں رشیا نے اپنے سیٹیلائٹ کے ذریعے سے جو پیغامات بھیجے اس سے اس بات کی تصدیق ہوئی کہ جارج لیومیٹر نے ۱۹۲۷ء میں جو نظریہ پیش کیا تھا کہ کائنات کا وجود BIG BANE کا نتیجہ ہے ایک انفجار عظیم کا نتیجہ ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔

۱۹۸۱ء میں امریکن خلائی ادارہ ناسا کی طرف سے مصنوعی طیارہ بھیجا گیا تھا۔اس نے ۱۹۹۲ء میں ان سارے سائنس دانوں نے جتنی باتیں کی تھیں ان سب کی تصدیق کردی گویا سائنس کئی سال تک تجزیہ اور تجربہ کرنے کے بعد آخر کار ایک نتیجے پر پہنچی۔وہ نتیجہ یہ تھا کہ کائنات کی تخلیق کائنات کا وجود اسی انفجار عظیم کا نتیجہ ہے۔سائنس یہاں پہنچی ۱۹۷۲ء میں اور اس کے بعد تقریباً ستر سے اسی سال تک وہ خود تردد کا شکار رہی کہ جو تحقیقات ہم نے کی ہیں وہ صحیح ہیں یا غلط ہیں۔۱۹۹۲ء میں انہوں نے اس بات کو ڈکلئیر کیا کہ اب تک کی جو تحقیقات ہوئی تھیں یہ سب صحیح ہیں اور اس نظریے کو متفقہ طور پہ تسلیم کرلیا گیا۔تو جس نظریے کو سائنس چودہ سو سال بعد بیان کر رہی ہے اسے پروردگار عالم نے قرآن مقدس میں چودہ سو سال پہلے بیان کیا تھا۔ اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا کیا کافر یہ نہیں دیکھتے کہ زمین اور آسمان یہ دونوں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں الگ الگ کیا۔مجھے آپ بتائیں سب یہ کہہ رہے ہیں کہ کائنات کے جتنے حصے آج بکھرے ہوئے ہیں۔آج سے کئی ہزار سال پہلے وہ ملے ہوئے تھے لیکن پروردگار عالم نے اسے چودہ سو سال پہلے بیان کردیا۔میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ جہاں انسانی عقل ہزاروں سال بعد پہنچتی ہے وہاں قرآن مقدس بہت پہلے پہنچ چکا ہے اور پروردگار عالم نے اپنے ماننے والوں کو اپنے کلام کے ذریعے سے ان ساری تحقیقات کا علم اسی وقت دے دیا جب آج کا انسان اس کا تصور تک نہیں کرسکتا تھا۔جب آج کا انسان اس کے حوالے سے سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔یہ اعجاز ہے قرآن کا۔

جو لوگ سنی دعوت اسلامی سے وابستہ ہیں اور ان میں جو طلبا اور طالبات ہیں میں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قرآن مقدس پڑھیں تو صرف تلاوت پہ اکتفا نہ کریں بلکہ اس میں غور کریں۔صحیح ترجمہ اور صحیح تفاسیر لے کر پڑھیں۔اس آیت کی تفسیر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ جس نظریے تک سائنس آج پہنچ رہی ہے مفسرین ان سے بہت پہلے پہنچے؟ علامہ فخر الدین رازی جو آج سے تقریباً چھ سات سو سال پہلے گزر چکے ہیں۔انہوں نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت اس قدر تفصیلی گفتگو کی ہے کہ اگر آج کا کوئی محقق اسے پڑھ لے تو یہ کہے گا کہ آج کے دور میں ان جیسا کوئی سائنٹسٹ یہاں موجود نہیں۔قرآن مقدس میں اللہ تبارک

وتعالیٰ نے ساری چیزوں کا بیان رکھ دیا ہے۔خود ہی فرماتا ہے:وَلَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ خشکی اور تری کی کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں نہ کیا ہو۔(سورہ انعام آیت:۵۹)

معجزۂ شق القمر کو سب جانتے ہیں۔سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا تھا۔سب اس معجزے سے واقف ہیں۔سائنس جو صرف مشاہدے پر یقین رکھتی ہے۔وہ سائنس آج سرکار کے اس معجزے کو تسلیم کر رہی ہے۔مصر کے ایک دکتور ہیں جو آکسفورڈ یونیورسٹی میں ایک لیکچر دینے کے لیے گئے تھے۔انہوں نے شق القمر ہی پر لیکچر دیا تھا۔جب ان کا لیکچر ختم ہوا تو سامعین میں سے ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ ابھی آپ نے جو لیکچر دیا اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ تو سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔جس آدمی نے سوال کیا تھا اس کا نام موسیٰ بیتکوک ہے جو آج مسلمان ہے برطانیہ کا رہنے والا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنی طرف سے جو جواب دیا۔اس کے REPLY میں اس شخص سے کہا کہ معجزۂ شق القمر کی جو آیت ہے اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ (قیامت قریب ہوئی اور چاند دو ٹکڑے ہوگیا)(سورہ قمر ایت ا)۔یہی آیت اسّی کی دہائی میں میرے ایمان لانے کا سبب بنی۔انہوں نے سوال کیا کہ کیسے؟ تو موسیٰ بیتکوک کہتے ہیں کہ مجھے دوسرے RELIGIOUS پہ ریسرچ کرنے کا بہت شوق تھا۔میں اس پر تحقیق کرتا تھا۔اسی دوران میرے ایک مسلم ساتھی نے مجھے قرآن دیا۔میں قرآن پڑھتا رہا اور قرآن پڑھتے پڑھتے میں مذکورہ آیت پر پہنچا۔جب میں نے یہ آیت پڑھی تو میرا دل قرآن سے پھر گیا اور میں اس سے متنفر ہوگیا۔میں نے کہا معاذ اللہ قرآن میں یہ ساری کیسی باتیں ہیں۔کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ چاند دو ٹکڑے ہوجائے؟ اس کے بعد قرآن سے میرا دل ہٹ گیا اور میں نے قرآن بند کر کے رکھ دیا۔اتفاق سے ایک دن میں بی بی سی پہ بیٹھ کر ایک پروگرام دیکھ رہا تھا۔اس پروگرام کا جو اینکر تھا وہ ناسا کے جو لوگ چاند پر گئے ہوئے تھے انہیں مدعو کیے ہوئے تھا اور ان دونوں کے درمیان بحث چل رہی تھی۔وہ بہت زیادہ ان پر اعتراضات کر رہا تھا کہہ رہا تھا کہ آج دنیا بھکمری کی شکار ہے افریقہ میں اور دوسرے براعظم میں لوگ بھوک سے مر رہے ہیں اور آپ ہیں کہ کروڑوں ڈالر چاند پر جانے کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔اگر ان کو انسانی فلاح و بہبود میں استعمال کیا گیا ہوتا تو آج انسانیت بہت اچھی حالت میں ہوتی۔آج انسان بھوک سے محفوظ رہتا۔وہ لوگ اپنا DEFENCE کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہے اب کی بار جب ہم گئے تھے تو ہم نے ایک ایسی عجیب وغریب چیز دیکھی جس کا انکشاف اس سے پہلے نہیں ہوا ہے۔اس نے پوچھا کہ آپ نے کیا دیکھا۔جواب میں وہ لوگ کہتے ہیں کہ اب جب ہم چاند پر گئے تھے تو اب کی بار ہم نے دیکھا کہ چاند کے درمیان میں ایک ایسی لکیر پڑی ہوئی ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آج سے ہزار سال پہلے یا اس سے پہلے چاند دو ٹکڑے ہوا تھا اس کے بعد وہ جڑ گیا۔موسیٰ بیتکوک کہتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے یہ سنا میں اچھل گیا اور میں فوراً مسجد کی طرف گیا اور کلمہ پڑھ کر کے اسلام میں داخل ہوگیا۔وہ اس بنیاد پر کہتے ہیں کہ سائنس جس بات تک چودہ سو سال بعد پہنچ رہی ہے مسلمانوں کے کلام میں اس بات کو چودہ سو سال پہلے بیان کر دیا ہے لہٰذا یہ کتاب جھوٹی نہیں ہوسکتی اور اس کتاب کے ماننے والے جھوٹے نہیں ہوسکتے۔یہ سوچ کر میں نے کلمہ پڑھ لیا اور آج وہ موسیٰ بیتکوک برطانیہ کی کئی تنظیموں کے سربراہ ہیں۔

یہ ساری باتیں بتانے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ میں نوجوانوں کے اندر اپنے ساتھیوں کے اندر تحقیق کا شوق پیدا کرسکوں۔یقین مانیں کہ کائنات کی توسیع کے حوالے سے،سمندروں کے ملاپ کے حوالے سے،کائنات کی دوسری حقیقتوں کے حوالے سے بہت ساری باتیں آپ پر منکشف ہوں گی۔اس جہت سے آپ بھی ریسرچ کریں اور قرآن مقدس کا یہ چہرہ غیر مسلموں کے سامنے پیش کریں۔اس لیے کہ آج ہر کوئی سائنس کے پیچھے جا رہا ہے ٹیکنالوجی کو مان رہا ہے۔میں امید کرتا ہوں کہ جنہوں نے میری بات سنی ہے وہ آج کے بعد قرآن مقدس سے صرف تلاوت کی حد تک اپنا تعلق نہیں رکھیں گے بلکہ ریسرچ اور تحقیق کے میدان میں اترنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔رب تبارک وتعالیٰ اُمت مسلمہ کو بالخصوص مسلم نوجوانوں کو اس توفیق عطا فرمائے۔

﴿.......﴾

عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کی خدمات کی جھلکیاں

(۲۰۱۰ء کے اجتماع سے ۲۰۱۱ء کے اجتماع تک)

۱۲رنومبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ۲۰رشرکا پر مشتمل تین دنوں کے لیے ایک قافلہ درگاہ مسجد گھنسو لی مہاراشٹر میں گیا۔

یکم دسمبر: سنی دعوت اسلامی شاخ گریڈیہہ جھارکھنڈ کے زیر اہتمام ایک روزہ سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔

۷ر دسمبر: اپلیٹا گجرات میں ایک روزہ سنی اجتماع ہوا۔

۱۰ر دسمبر: باندرہ ممبئ میں سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام ایک روزہ سنی اجتماع کا انعقاد ہوا۔

۱۲ر دسمبر: چوکی محلّہ ممبئ میں ایک روزہ سنی اجتماع ہوا۔

۱۳ر دسمبر: سنی دعوت اسلامی شاخ اندور آندھرا پردیش میں ایک روزہ اجتماع منعقد کیا گیا۔

۲۰ر دسمبر: سنی دعوت اسلامی شاخ سورت گجرات کے زیر اہتمام ایک روزہ اجتماع بنام ''جشن شہید اعظم وولادت مفتی اعظم'' منعقد ہوا۔

۳۱ر دسمبر: بھانڈوپ ممبئ میں نوجوانوں کو سال نو کے موقع پر ہونے والی برائیوں سے دور رکھنے کے لیے ایک روزہ اجتماع منعقد ہوا۔

یکم جنوری: تحریک کے زیر اہتمام بعد نماز مغرب بھانڈوپ ممبئ میں ایک نعتیہ محفل سجائی گئی۔ جس میں خصوصی طور پر مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی کا خطاب ہوا۔

۲ر جنوری: سائن دھاراوی ممبئ میں ایک روزہ سنی اجتماع منعقد ہوا۔

۲ر جنوری: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے پندرہ افراد پر مشتمل نوری قافلہ تین دن کے لیے غوثیہ مسجد وسئ ممبئ کے لیے روانہ ہوا۔

۴ر جنوری: وسئ ممبئ میں تحریک کے زیر اہتمام تربیتی ودعوتی اجتماع منعقد ہوا۔

۵ر جنوری: امیر سنی دعوت اسلامی نے باسنی راجستھان میں ایک اجلاس میں شرکت فرمائی۔

۶ر جنوری: باندہ یوپی میں یک روزہ اجتماع منعقد ہوا۔

۷ر جنوری: سنی دعوت اسلامی شاخ کیرالا میں شاندار اجتماع ہوا۔

۹ر جنوری: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے بیس نفری قافلہ تین دن کے لیے جامع مسجد کرجت ضلع رائے گڑھ مہاراشٹر کے لیے روانہ ہوا۔

۸، ۹ر جنوری: سنی دعوت اسلامی کی شاخ بھاؤ نگر کا گیارواں سالانہ سنی اجتماع منعقد ہوا جس میں امیر سنی دعوت اسلامی نے خطاب فرمایا۔

۱۴ر جنوری: جوگیشوری ممبئ میں تحریک کے تحت چلنے والے ادارے جامعہ طیبہ میں طیبہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ طلبہ وطالبات نے یہاں اپنا پروگرام بھی پیش کیا بعد میں انہیں انعامات سے بھی نوازا گیا۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے یہاں علم کے موضوع پر خطاب کیا۔

۱۵ر جنوری: میراول ہبلی کرناٹک میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ اجتماع منعقد ہوا۔

۱۶ر جنوری: مرکز سے پینتالیس افراد کا ایک نوری قافلہ عیدگاہ مسجد ناسک مہاراشٹر کے لیے ایک دن کے لیے روانہ ہوا۔ اس موقع پر ممبئ سے تیس بسیں بھی ناسک کے لیے روانہ ہوئیں اور وہاں اسی روز ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔

۱۸ر جنوری: سنی دعوت اسلامی شاخ رابوڑی تھانہ مہاراشٹر میں ایک روزہ سنی اجتماع ہوا۔

۲۱ر جنوری: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے تین دن کے لیے بائیس افراد پر مشتمل ایک نوری قافلہ سنی جامع مسجد پوئی کے لیے روانہ ہوا۔

۲۲، ۲۳ر جنوری: ہبلی کرناٹک میں سنی دعوت اسلامی کا دو روزہ اجتماع منعقد ہوا جس میں تقریباً ایک لاکھ سامعین نے شرکت کی۔ امیر سنی دعوت اسلامی نے یہاں زوالِ اُمت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

۲۲، ۲۳، ۲۴ر جنوری: سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا اٹھارہواں تین روزہ فقہی سیمینار تحریک کے تحت چلنے والے ادارے جامعہ حرا مہاپولی بھیونڈی میں منعقد ہوا۔

۲۵ر جنوری: سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ سنی اجتماع ناگور شریف راجستھان میں منعقد ہوا۔

۲۸ر جنوری: وائی ایم سی اے محفل ہال میں محفل میلاد شریف منعقد ہوئی اس میں علماے کرام کے بیانات ہوئے۔

۲۹ر جنوری: تحریک کے زیر اہتمام مرکز اسماعیل حبیب مسجد میں عرس اعلیٰ حضرت منایا گیا۔ اس میں امیر سنی دعوت اسلامی نے امام احمد رضا قدس سرہ کی شخصیت پر روشنی ڈالی۔

۳۰ر جنوری: بنگلور میں سنی دعوت اسلامی کی شاخ کے زیر اہتمام ایک روزہ اجتماع ہوا۔

۳۰ر جنوری: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ۹رشرکا کا ایک نوری قافلہ ایک دن کے لیے پنکھے شاہ درگاہ مسجد گھاٹ کوپر ممبئ کے لیے روانہ ہوا۔

۲؍فروری: کولکاتا میں ’’آفتاب عالم کانفرنس‘‘ میں امیرسنی دعوت اسلامی کا خصوصی خطاب ہوا۔

۴؍فروری: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے تین دن کے لیے ایک نوری قافلہ قبرستان مسجد کھارگھر نوی ممبئی کے لیے روانہ ہوا۔ یہ قافلہ پندرہ افراد پر مشتمل تھا۔

۶؍فروری: مرکز سے ایک دن کے لیے نوری قافلہ سترہ افراد پر مشتمل روانہ ہوا۔ یہ قافلہ مسجد حضرت مخدوم مہائمی، ماہم ممبئی میں قیام پذیر رہا۔

۸؍فروری: ہری مسجد مدن پورہ ممبئی میں امیرسنی دعوت اسلامی کا عیدمیلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر خطاب ہوا۔

۹؍فروری: انٹاپ ہل ممبئی میں عیدمیلادالنبی کے موضوع پر امیرسنی دعوت اسلامی کا خطاب ہوا۔

۱۰؍فروری: بلی مورا گجرات میں عیدمیلادالنبی کے موضوع پر امیرسنی دعوت اسلامی کا خطاب ہوا۔

۱۱؍فروری: مکرانہ راجستھان میں عیدمیلادالنبی کے موضوع پر امیرسنی دعوت اسلامی کا خطاب ہوا۔

۱۲؍فروری: اجمیر شریف میں سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام عورتوں اور مردوں کے لیے ایک روزہ اجتماع منعقد ہوا۔

۱۳؍فروری: مرکز سے ایک روز کے لیے ۱۰؍نفری نوری قافلہ جامع مسجد کاندیولی ممبئی کے لیے روانہ ہوا۔

۱۴؍فروری: عیدمیلادالنبی کے موضوع پر امیرسنی دعوت اسلامی کا جام نگر گجرات میں خطاب ہوا۔

۱۵؍فروری: بھیونڈی، نوی ممبئی، مرکز اسماعیل حبیب مسجد ان تینوں مقامات پر یکے بعد دیگرے عیدمیلادالنبی کے موضوع پر امیرسنی دعوت اسلامی کا خطاب ہوا۔

۱۵؍فروری: مرکز سے پانچ روز کے لیے ۱۸؍افراد پر مشتمل ایک نوری قافلہ درگاہ قمر علی درویش پونہ کے لیے روانہ ہوا۔

۱۵؍فروری: تحریک کے زیراہتمام ہرسال کی طرح امسال بھی عیدمیلادالنبی کے موقع پر تحریک کے مرکز اسماعیل حبیب مسجد میں اسکولوں کے طلبہ کا نعتیہ مقابلہ ہوا جس میں ممبئی ومضافات ممبئی کے بہت سارے طلبہ نے حصہ لیا۔ کامیاب طلبہ کو انعامات سے نوازا گیا۔

۱۶؍فروری: تحریک کے زیراہتمام بارہویں شریف کے موقع پر باندرہ ممبئی میں جلوس محمدی نکالا گیا جس کی قیادت امیرسنی دعوت اسلامی نے فرمائی۔

۱۸ تا ۲۸؍فروری: امیرسنی دعوت اسلامی نے امریکہ اور برطانیہ کا دورہ کیا اس موقع پر مختلف مقامات پر اجتماعات منعقد ہوئے۔

۲۵؍فروری: سترہ نفری قافلہ غوثیہ مسجد ویرار تھانہ کے لیے روانہ ہوا۔

۶؍مارچ: تحریک کے زیراہتمام گیارہویں شریف کے موقع پر مسلسل گیارہ روزہ پروگرام بعنوان ’’جشن غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ‘‘ ۶؍مارچ سے شروع ہوا۔ اس میں ہر دن مختلف علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔

۹؍مارچ: غریب نگر باندرہ ممبئی میں آتشزدگی کے موقع پر سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام ریلیف تقسیم کی گئی اور بنیادی ضرورت کی چیزیں متاثرین میں تقسیم کی گئیں۔ اس موقع امیرسنی دعوت اسلامی نے حکومت مہاراشٹر سے مطالبہ کیا کہ وہ متاثرین طلبہ وطالبات کے تعلیمی اخراجات کا ذمہ لے۔ ایک ہفتے سے زائد تک تحریک کی جانب سے مفت میڈیکل کیمپ لگا رہا جہاں مختلف ڈاکٹروں کی خدمات حاصل رہیں۔

۱۳؍مارچ: گنگا کھیڑ پربھنی مہاراشٹر شاخ کے زیراہتمام ایک روزہ عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔

۱۴؍مارچ: چنئی میں ایک روزہ سنی دعوت اسلامی کا اجتماع منعقد ہوا۔

۱۵؍مارچ: جام نگر گجرات میں ایک روزہ اجتماع منعقد ہوا۔

۱۷؍مارچ: ممبئی میں جلوس غوثیہ کی امیرسنی دعوت اسلامی نے قیادت فرمائی اس موقع پر بہت سارے علما، مشائخ اور دانشوران موجود تھے۔

۱۸؍مارچ: رام نگر بنگلور میں سنی اجتماع کا انعقاد ہوا۔

۱۹، ۲۰؍مارچ: الند شریف کرناٹک کا امیرسنی دعوت اسلامی نے دوروزہ دورا فرمایا۔

۲۵، ۲۶؍مارچ: پہلا سالانہ اجتماع سوڈانی کلب دبئی میں منعقد ہوا۔

۲۷؍مارچ: دھوراجی گجرات میں ایک روزہ سنی اجتماع ہوا۔

۲۷؍مارچ: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ایک روز کے لیے نوری قافلہ انیس افراد پر مشتمل شافعی مسجد کھیرنا گاؤں کے لیے روانہ ہوا۔

۲۸؍مارچ: ملاڈ ممبئی میں عظیم الشان دعوتی وتربیتی اجتماع ہوا۔

۲۹؍مارچ: سنی دعوت اسلامی شاخ ناسک کی دعوتی وتبلیغی واصلاحی سرگرمیوں کے حوالے سے وہاں کے ذمے داران کے ساتھ امیرسنی دعوت اسلامی نے ایک اہم میٹنگ لی۔

۱، ۲، ۳؍اپریل: امیرسنی دعوت اسلامی نے جھارکھنڈ کا دورہ فرمایا اور وہاں مختلف مقامات پر آپ کا خطاب ہوا۔

یکم اپریل: مرکز سے تین روز کے لیے سترہ افراد پر مشتمل ایک نوری قافلہ قبرستان مسجد کھارگھر نوی ممبئی کے لیے روانہ ہوا۔

۶؍اپریل: ناگپور میں ایک روزہ سنی اجتماع ہوا۔

۱۰؍اپریل: رابوڑی تھانہ مہاراشٹر میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس میں سنی دعوت اسلامی کی جانب سے حضور مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی کو ان کی دعوتی خدمات کے اعتراف میں ایک توصیف نامہ پیش کیا گیا اور چاندی سے مزین نعلین شریف بھی پیش کی گئی۔

۲۱؍اپریل تا۲۵؍اپریل:حراانگلش اسکول مہاپولی بھیونڈی میں طیبہ تربیتی کیمپ منعقد ہوااس میں دسویں اور بارہویں میں پڑھنے والے ممبئی اور مضافات کے سوسے زائد طلبہ شریک ہوئے۔ان پانچ دنوں میں طلبہ کی شخصیت کومختلف طریقوں سے سجانے وسنوارنے میں مبلغین سنی دعوت اسلامی نے بہت حدتک کامیاب کوششیں کیں۔

۲۰؍اپریل:مرکز سے پانچ روز کے لیے ایک نوری قافلہ ۹۰؍افراد پر مشتمل حراانگلش اسکول مہاپولی بھیونڈی کے لیے روانہ ہوا۔

۲۴؍اپریل:سیرا کرناٹک میں سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام ایک روزہ سنی اجتماع منعقد ہوا۔

۲۵؍اپریل تا۲۵؍مئی :تحریک کے زیراہتمام امسال بھی طیبہ اسلامک سمرکلاسز(برائے بالغاں) کا اہتمام ممبئی کے تقریباً پینتیس مقامات پر کیا گیا جس میں ڈھائی سے تین ہزار طلبہ وطالبات نے استفادہ کیا اورکورس کے اختتام پر امتحانات کے بعد انہیں سند سے بھی نوازا گیا۔

۲۸؍اپریل:سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام چلنے والے مختلف مدارس کے فارغین کی ایک تنظیم بنام''مجلس علمائے انجمین'' کی پہلی سالانہ میٹنگ منعقد ہوئی ۔اس میں بہت سارے فارغین نے شرکت کی ۔اس موقع پر مختلف اوقات میں مختلف نشستیں ہوئیں۔علما کے خطابات ہوئے۔امیرسنی دعوت اسلامی نے فارغین کو نصیحتیں فرمائیں۔فارغین نے جماعت اہل سنت کی ترویج واشاعت کے مختلف تجاویز اور منصوبے بنائے اوران پر عمل کرنے کا عزم ظاہر کیا۔

۲۹؍اپریل:داہود گجرات میں سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام ایک روزہ سنی اجتماع منعقد ہوا۔

۳۰؍اپریل:قندھار پربھنی میں تحریک کے زیراہتمام سنی اجتماع منعقد ہوا۔

یکم مئی:سنی دعوت اسلامی شاخ گوا کے زیراہتمام ایک روزہ اجتماع ہوا۔

۴؍مئی: گونڈہ یوپی میں سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام ایک روزہ سنی اجتماع منعقد ہوا۔

۵،۶،۷،۸؍مئی :حضرت امیرسنی دعوت اسلامی نے ماریشس کا دورہ فرمایااوروہاں مختلف علاقوں میں خطاب فرمایا۔

۹؍مئی: سیتامڑھی بہار میں حضرت سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ جلسے میں خطاب ہوا۔

۱۵؍مئی: اُپلا کیرالا میں ایک روزہ سنی اجتماع کا انعقاد ہوا۔

۲۰؍مئی: چھنہراالال پور باندہ یوپی میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔

۲۳؍مئی تا۵؍جون:حضرت امیرسنی دعوت اسلامی نے انگلینڈ کا دورہ فرمایا اوروہاں مختلف شہروں میں اجتماعات اورنعتیہ محافل منعقد ہوئیں۔

؁سنی دعوت اسلامی کے اشاعتی ادارے معارف اسلامی کے زیراہتمام عیدمیلادالنبی کے مبارک موقع پرسیرۃ النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے موضوع پر تین کتابیں شائع ہوئیں۔

۲؍جون: مرکز سے دس روز کے لیے نوری قافلہ اجمیر شریف کے لیے روانہ ہوا۔اس میں شرکا کی تعداد کم وبیش پانچ سوتھی۔

۶،۷،۸؍جون: امیرسنی دعوت اسلامی نے عمرہ کیا۔اس موقع پر وہاں نعتیہ محافل منعقد ہوئیں۔

۹،۱۰،۱۱؍جون :عرس غریب نواز اجمیر شریف میں امیرسنی دعوت اسلامی شاہجہانی مسجد میں خطابات ہوئے۔

۹؍جون: تاڑپتری آندھراپردیش میں سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام شہر کے پرانے عیدگاہ میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا۔

۱۱؍جون:سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے دس روز کے لیے نوری قافلہ روانہ ہوا۔اس کا قیام مدرسہ عثمانیہ جودھپورراجستھان میں تھا اوراس میں شرکا کی تعداد ایک سوپچاس تھی۔

۱۸؍جون: بھیونڈی میں سنی دعوت اسلامی کا اجتماع ہوا۔

۱۹؍جون: ہبلی کرناٹک میں سنی دعوت اسلامی کا عظیم الشان اجتماع ہوا۔

۲۲؍جون: جودھپورراجستھان میں سنی دعوت اسلامی کا زبردست اجتماع۔

۲۵،۲۶؍جون:سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام بخاری مسجد ممبئی میں حضرت سیدعاشق شاہ بخاری کا عرس پاک ہوا۔اس میں امیرسنی دعوت اسلامی کا خطاب ہوا۔

۲۷؍جون: فالنہ راجستھان میں سنی دعوت اسلامی کا اجتماع ہوا۔

۲۹؍جون: بخاری مسجد میں شب معراج کے موقع پر امیرسنی دعوت اسلامی کا خطاب ہوا۔اس موقع پر ایک غیرمسلم نے اسلام قبول کیا۔

یکم جولائی: مرکز سے تین روز کے لیے اکیس افراد پر مشتمل نوری قافلہ روانہ ہوااس کا قیام قبرستان مسجد کھارگھر نوی ممبئی میں ہوا۔

۵؍جولائی:تحریک کے زیراہتمام جامعہ غوثیہ نجم العلوم میں جشن امام اعظم منعقد ہواجس میں طلبہ اورکثیر تعداد میں سامعین نے شرکت کی ۔امیرسنی دعوت اسلامی نے امام اعظم کی حیات وخدمات پر پرمغز خطاب کیا۔

۱۹؍جولائی:سورت گجرات میں سنی دعوت اسلامی کے زیراہتمام سنی اجتماع ہوا۔

۲۲؍جولائی:شجاع شریف راجستھان میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ اجتماع۔

۲۶؍جولائی:تحریک کے زیراہتمام مدن پورہ ممبئی میں ''اصلاح فکرواعتقاد'' کے عنوان پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہواجس میں ملک کے چوٹی کے علمائے کرام نے خطاب فرمایا۔

۲۷؍جولائی: بھدراوتی کرناٹک میں سنی دعوت اسلامی کا عظیم الشان ایک روزہ اجتماع ہوا۔
یکم اگست تا ۳۱؍اگست: امیر سنی دعوت اسلامی رمضان شریف کے پورے مہینے مدینۂ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ یہاں مختلف مقامات پر تحریک کے زیر اہتمام دعوتی و تربیتی محافل کا انعقاد ہوا۔
یکم ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے دس روز کے لیے نوری قافلہ اجمیر شریف کے لیے روانہ ہوا اس میں شرکا کی تعداد چھپن تھی۔
۱۵؍ستمبر: مالیگاؤں میں جامعۃ الرضا برکات العلوم کا حضرت امیر سنی دعوت اسلامی کے ہاتھوں افتتاح نوعمل میں آیا۔
۱۲؍ستمبر: رائچور کرناٹک میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ اجتماع۔
۱۶؍ستمبر: تحریک کے زیر اہتمام امسال بھی ۱۶؍ستمبر کو اسٹیشن مسجد کرلا ممبئی میں حج کو تشریف لے جانے والے زائرین کے لیے تربیتی کیمپ کا انتظام کیا گیا اس میں علمائے کرام اور تجربہ کار حجاج کرام نے زائرین کو حج کرنے کے طریقے اور آداب وغیرہ بتائے۔
۱۷، ۱۸، ۱۹؍ستمبر: مالیگاؤں میں سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام حج تربیتی کیمپ کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس میں تحریک کی جانب سے حاجیوں کو امیر سنی دعوت اسلامی کی کتاب معمولات حرمین تحفے میں دی گئی۔
۱۸؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے بزم خاتون جنت گھاٹ کوپر ممبئی کے لیے ایک روز کا قافلہ روانہ ہوا شرکا کی تعداد پندرہ تھی۔
۱۸؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ایک روز کا ہری مسجد باندرہ ایسٹ ممبئی کے لیے آٹھ نفری قافلہ روانہ ہوا۔
۱۸؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی شاخ گلبرگہ کے زیر اہتمام گلبرگہ شریف میں حاجیوں کے لیے تربیتی کیمپ کا انتظام کیا گیا۔
۱۹؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے جامع مسجد وکرولی ممبئی کے لیے ایک روزہ قافلہ روانہ ہوا، شرکا کی تعداد پندرہ تھی۔
۱۹؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے بیس افراد پر مشتمل ایک نوری قافلہ ایک روز کے لیے حسینی بابا مسجد مڈورسوا ممبئی کے لیے روانہ ہوا۔
۲۰؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ایک روز کا نوری قافلہ پندرہ افراد پر مشتمل سنی شافعی مسجد کھیرنا گاؤں کے لیے روانہ ہوا۔
۲۲؍ستمبر:
۲۲؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے نوری مسجد بیلاپور نوی ممبئی کے لیے پچیس افراد پر مشتمل نوری قافلہ روانہ ہوا۔
۲۳؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی شاخ گوا کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔
۲۳؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے تین روزہ نوری قافلہ جو پندرہ افراد پر مشتمل تھا غوثیہ مسجد رابوڑی تھانہ مہاراشٹر کے لیے روانہ ہوا۔
۲۳؍ستمبر: مرکز سے پندرہ افراد پر مشتمل ایک روزہ نوری قافلہ غوثیہ مسجد پین ضلع رائے گڑھ مہاراشٹر کے لیے روانہ ہوا۔
۲۳؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے بھروچ گجرات کے لیے پندرہ افراد پر مشتمل ایک روزہ نوری قافلہ روانہ ہوا۔
۲۵؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی شاخ مالیگاؤں کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع ہوا۔
۲۵؍ستمبر: جوار مہاراشٹر میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ اجتماع ہوا۔
۲۷؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ایک روزہ نوری قافلہ بارہ روز کے لیے ساکی ناکہ مسجد ساکی ناکہ ممبئی کے لیے روانہ ہوا۔
۲۷؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ۲۰۰؍افراد پر مشتمل ایک روزہ نوری قافلہ مکہ مسجد پرلی کے لیے روانہ ہوا۔
۳۰؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی شاخ پونہ کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع منعقد ہوا اس میں ایک ہندو نوجوان نے الحاج رضوان خاں کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔
۳۰؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے تین روزہ نوری قافلہ آٹھ افراد پر مشتمل مدینہ مسجد دھاراوی ممبئی کے لیے روانہ ہوا۔
۳۰؍ستمبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سیر راجاپور مہاراشٹر کے لیے بیس افراد پر مشتمل قافلہ روانہ ہوا۔ یہ قافلہ تین روزہ تھا۔
یکم اکتوبر تا ۲۰؍اکتوبر: عالمی سنی اجتماع کی تیاریوں کے پیش نظر ممبئی اور مضافات میں مختلف مقامات پر درجنوں اجتماعات ہوئے۔
۲؍اکتوبر: مرکز سے اجمیری مسجد گوونڈی ممبئی کے لیے ایک روزہ قافلہ روانہ ہوا جس میں شامل ہونے والے افراد کی تعداد گیارہ تھی۔
۴؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی شاخ بھیونڈی تھانہ مہاراشٹر کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع کا انعقاد ہوا۔
۴؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے رضا مسجد کالینہ کرلا ممبئی کے لیے سولہ افراد پر مشتمل ایک روزہ نوری قافلہ روانہ ہوا۔
۵؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے ایک روزہ نوری قافلہ بیس افراد پر مشتمل ہری مسجد چار روڈ وڈالا ممبئی کے لیے روانہ ہوا۔
۷؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی کے مرکز سے کھوجہ گلی ورسوا ممبئی کے لیے دس افراد پر مشتمل ایک روزہ نوری قافلہ روانہ ہوا۔
۸؍اکتوبر: حجرہ محلّہ ممبئی میں تحریک کے زیر اہتمام حج تربیتی کیمپ کا انعقاد ہوا الحاج رضوان خاں صاحب نے تربیت کی۔
۱۴؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی شاخ بھروچ گجرات کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ **(بقیہ ۶۳ پر)**

قارئین کے خیالات وتاثرات

از:ادارہ

اللہ سنی دعوت اسلامی کوعروج عطا کرے

وادیٔ نور آزاد میدان ممبئی کے سالانہ سنی اجتماع میں تقریباً ہر سال حاضری ہوتی رہی ہے بحمدہ تعالیٰ ہر آنے والا اجتماع نئے جوش اور ولولے کے ساتھ بلندیوں کے کمال پر پہنچتا دکھائی دیتا ہے۔عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کے اکیس سالہ کامیاب ترین سفر پر صمیم قلب سے مبارکباد!اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر سنی دعوت حضرت علامہ شاکر علی قبلہ نوری مدظلہ العالی کی باصلاحیت قیادت ،مبلغین دعوت کی انتھک کوشش اور علمائے اہل سنت کی سرپرستی نے تحریک کو اوج ثریا پر پہنچایا ہے۔وادیٔ نور میں خواتین کے اجتماع سے اختتام دعا تک دیوانگان عشق مصطفیٰ کا سیل رواں یہ پیغام دیتا ہے۔

کہاں کہاں اسے روکو گے بند باندھو گے
یہ چڑھتا دریا ہے ہر سمت بہتا جائے گا

ہمیں خوشی ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے پرچم تلے اتنا بڑا اجتماع اہل سنت کی فلاح و بہبود کے لیے ہوتا ہے۔آنے جانے والے مہمانوں کے لیے ہر ممکن سہولت مہیا کی جاتی ہے البتہ عوام کی کثرت نے ذمے داروں کو مزید اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔پروگرام کی ترتیب،علمائے کرام کی تقاریر کا انتخاب ،مداحان رسول کی عطر بیزی،سوال وجواب کا سیشن ،ختم بخاری کا روح پرور وایمان افروز منظر،وقفے وقفے سے مبلغین کے نورانی حلقے اور اپنے وقت پر جماعت سے نماز کا اہتمام یقیناً دلوں کو موہ لینے والے ہوتے ہیں یہ وہ مخلصانہ پاکیزہ کردار ہے جو ہر سال آنے والے مہمانوں میں اضافہ کرتا ہے۔مشاہدہ یہ ہے کہ سامعین اپنی ضرورتوں کو پس پشت ڈال کر گوش برآواز رہتے ہیں تاکہ کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ساتھ میں مکتبہ طیبہ کی بہاریں بھی شباب پر ہوتی ہیں۔اللہ پاک نظر بد سے بچائے۔(آمین)

مرکزی خطاب حضرت امیر سنی دعوت اسلامی اور خصوصی خطاب حضور مفکر اسلام کا یوں تو قابل تحسین وستائش ہوتا ہی ہے مگر اس سال کا دونوں خطاب یادگار کے طور پر مانا جائے گا۔رب العزت اپنے محبوب کے صدقے سنی دعوت اسلامی کو اور زیادہ مقبولیت اور عروج عطا فرمائے۔(آمین)

(مولانا) **شمس الدین قادری**،خطیب سنی جامع مسجد (مکرانہ)

☆☆☆

ملک کا سب سے بڑا دعوتی وتربیتی اجتماع

۲۱،۲۲،۲۳/ اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ممبئی میں سنی دعوت اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر میری پہلی حاضری ہوئی جسے میں اپنے لیے خوش نصیبی اور سعادت کی بات سمجھتا ہوں۔یوں تو ملک کے طول وعرض کے اکثر بڑے اجلاس واعراس میں زمانے سے شرکت ہورہی ہے لیکن سنی دعوت اسلامی کا سالانہ اجتماع اپنی نوعیت کا منفرد و بے مثال اجتماع تھا میں نے اب تک کسی ایک میدان میں سنیوں کا اتنا عظیم ازدحام نہیں دیکھا جہاں لاکھوں کا جم غفیر ہو۔دوسری اہم بات میں نے یہ محسوس کی کہ پہلے دن سے لے کر تیسرے دن تک تمام تقریریں وقت اور حالات کے تحت سلگتے ہوئے موضوعات پر ہوئیں۔جو یقیناً لائق تقلید اور سراہے جانے کے لائق ہے۔تیسری اور سب سے اہم بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ کہ دعا کے وقت بلا مبالغہ لاکھوں شرکا خوف خداوندی اور خشیت الٰہی کے سبب اشکبار تھے۔میں سمجھتا ہوں کہ ملک میں یہ اپنی نوعیت کا تنہا وہ اجتماع ہے جہاں بیک وقت اتنی بڑی تعداد میں لوگ رو رہے ہوں۔سچ ہے کہ

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

دراصل یہ داعی سنت وشریعت حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری محمد شاکر نوری مدظلہ العالی (سربراہ سنی دعوت اسلامی) اور ان رفقا کے اخلاص وللّٰہیت،اور دینی تڑپ کا ثمرہ ہے۔دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل تحریک سنی دعوت اسلامی کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے اور دین وسنیت کا اس سے خوب سے خوب تر کام لے۔آمین ثم آمین۔

(مولانا) **محمد مجاهد حسین حبیبی** (خادم آل انڈیا تبلیغ سیرت مغربی بنگال ومہتمم: مدینۃ العلوم انسٹیٹیوٹ۔توپسیا۔کلکتہ)

☆☆☆

عالمی تحریک سنی دعوت اسلامی کا اکیسواں سالانہ سنی اجتماع اپنی پوری آن وشان کے ساتھ پیغام اتحاد واتفاق وتصور آخرت بن کر بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ بفضلہٖ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس اجتماع میں راقم تقریباً ۱۴؍ برسوں سے شرکت کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ ذاتی مشاہدے کے مطابق یہ بات قابل ذکر ہے کہ لاکھوں فرزندان توحید ورسالت اجتماع شریک ہوکر اپنی اپنی اصلاح کرتے ہیں اور عقبیٰ کو سنوارتے ہیں چوں کہ نفس وروح کی طہارت ہی انسانیت کی معراج ہے اور عشق رسالت ایمان کی جان، جو اس روحانی اجتماع سے حاصل ہو رہی ہے اور مشائخ عظام ومخلص علماے فخام وداعیان دین کے موثر خطابات وصحبت ومعیت سے ممکن ہے۔

مشتاقان دید اور حوصلہ مند سامعین کی بڑھتی ہوئی تعداد اور اس اجتماع کی اثر انگیزی نے باطل فرقوں کی نیندیں حرام کردی ہیں یہی وجہ ہے کہ جماعت اہل سنت کی جانب سے منعقد ہونے والے سنی اجتماعات کو مخالفین ہدف تنقید بنا رہے ہیں۔ جذبہ صادق کے ساتھ مبلغین اسلام کی یہی محنت ومشقت وخلوص نیتی قائم ودائم رہی تو مستقبل قریب میں مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا پرچم گھر گھر لہرائے گا ان شاء اللہ۔

امیر جماعت حضرت مولانا شاکر نوری رضوی اور ان کے رفقاے کار کی شبانہ روز کی جدوجہد نے اس اجتماع کو اہل سنت وجماعت کا نمائندہ پروگرام بنا دیا ہے۔ اللہ عزوجل مزید کامرانیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

افتخار اللہ قادری مصباحی، (نوپاڑہ باندرہ ایسٹ)

(صفحہ ۶۱ کا بقیہ) ۱۶؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی کے زیر اہتمام اسلام جم خانہ ممبئی میں شہر ومضافات کے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات نیز تاجروں کے ساتھ امیر سنی دعوت اسلامی کی نشست ہوئی۔ اس میں امیر سنی دعوت اسلامی نے تجارت کے موضوع پر نہایت پرمغز خطاب فرمایا۔ ۲۰؍اکتوبر: ناسک میں تحریک کے زیر اہتمام حاجیوں کے لیے تربیتی کیمپ کا انتظام کیا گیا۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳؍اکتوبر: وادی نور آزاد میدان ممبئی میں سنی دعوت اسلامی کا اکیسواں سالانہ اجتماع ہوا۔ ۲۷؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی شاخ اپلیٹا گجرات کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۲۸؍اکتوبر: سنی دعوت اسلامی شاخ راج کوٹ گجرات کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۲۹؍اکتوبر: درگاہ مسجد ڈاکیارڈ روڈ میں حج تربیتی کیمپ کا انعقاد ہوا۔ ۱۱؍نومبر: سنی دعوت اسلامی شاخ سورت گجرات کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۳۱؍اکتوبر تا ۱۶؍نومبر: امیر سنی دعوت اسلامی حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ ۱۹؍نومبر: سنی دعوت اسلامی شاخ کان پور یوپی کے زیر اہتمام ایک روزہ اجتماع کا انعقاد ہوا۔ ۲۰؍نومبر: سنی دعوت اسلامی شاخ جالنہ مہاراشٹر کے زیر اہتمام سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ ۲۱؍نومبر: فتح پور راجستھان میں سنی دعوت اسلامی کا ایک روزہ اجتماع ہوا۔ ۲۲؍نومبر: شہادت عمر فاروق اعظم کے موقع پر تحریک کی جانب سے قرآن خوانی ہوئی اس میں امیر سنی دعوت اسلامی کا خطاب بھی ہوا۔ ۲۷؍نومبر تا ۶؍دسمبر: امیر سنی دعوت اسلامی ساؤتھ افریقہ کے دورے پر تشریف لے گئے۔ وہاں مختلف شہروں میں سنی اجتماعات ہوئے ان میں امیر سنی دعوت اسلامی کے خطابات ہوئے۔

(صفحہ ۶۴ کا بقیہ) (۵) قومی وملی اور جماعتی امور ومسائل اور جدید احوال وظروف پر مسلسل نظر رکھنا اور حسب ضرورت میٹنگ کر کے ضروری بیان دینا اور مناسب اقدام کرنا۔ (۶) تیرہویں وچودہویں صدی ہجری کے نمائندہ علما ومشائخ اہل سنت (متحدہ ہندوستان) کے حالات وخدمات کی عہد بہ عہد دستاویزی ترتیب وتدوین۔ (۷) قدیم وجدید وہابی افکار ونظریات (بہ زبان عربی وانگریزی) پر مشتمل گستاخانہ وگمراہ کن عبارتوں کی نشان دہی، تجزیہ واحتساب اور کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح مذہب اور مسلک اہل سنت کی تائید واثبات۔ (۸) معمولات ومراسم اہل سنت کے اثبات اور سواد اعظم سے ہٹ کر تقلید عرفی اور تصوف اسلام کے ابطال کا انکار۔ (۹) عالم اسلام کے نمائندہ علما ومشائخ اہل سنت سے مسلسل دینی اور علمی رابطہ قائم رکھنے کے لیے ایک بورڈ کی تشکیل۔ (۱۰) طے شدہ امور کی انجام دہی کے لیے مناسب اسباب ووسائل کا نظام۔

محمد قمر الزماں اعظمی، محمد احمد مصباحی، محمد نظام الدین رضوی، یٰسین اختر مصباحی۔ ممبئی

۲۵؍ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۴؍اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز دوشنبہ

مارہرہ شریف میں اہل سنت کی شیرازہ بندی کے متعلق

علما،مشائخ اوردانشوروں کی ایک اہم نشست

ادارہ

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی جانب سے حسب دستور سابق اس سال بھی عرس قاسمی برکاتی میں یکم ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۱ء کو ''فکروتدبیر کانفرنس'' منعقد ہوئی اس میں ''اہل سنت وجماعت کی شیرازہ بندی۔ضرورت اورحل۔'' جیسے اہم موضوع پر ملک بھر کے علما،مشائخ اوردانشوروں کے مذاکرات ہوئے۔جس میں درج ذیل تجاوز متفقہ رائے سے پاس ہوئیں اوران پرعمل درآمد کو یقینی بنانے کاعزم کیا گیا۔

(۱)علمائے اہل سنت کے درمیان نوپید مسائل میں جوفروعی اختلافات ہوئے،انہیں اچھال کرکسی گروہ بندی اورایذارسانی سے سخت پرہیز کیاجائے۔(۲) اختلاف اورمخالفت کے درجات الگ ہیں،کسی فروعی اختلاف کودائمی مخالفت کی شکل میں ہرگز تبدیل نہ کیاجائے۔

(۳) اختلاف اگر قابل مواخذہ ہےتو جس درجہ کا اختلاف ہے اسی درجہ کامواخذہ اوراس کاحکم ہوگا۔اگر مواخذہ اورحکم اپنی حد سے تجاوز کرجائے تو یہ عمل خود قابل مواخذہ ہوجائے گا۔اور جوسزا جرم سے زیادہ ہواُسے ظلم اورناانصافی کہاجائے گا جس سے بچنا ضروری ہے۔

(۴)علمی اختلاف کو اہل علم کے درمیان محدود رکھاجائے اور عوامی حلقوں میں اسے ہرگز ہرگز نہ بیان کیاجائے۔(۵) اپنوں کے ساتھ اظہارِاختلاف کا وہ لب ولہجہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے جوغیروں کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔

(۶) علماومشائخ کرام ایک دوسرے کی عظمت اورحیثیت عرفی کاخصوصی لحاظ رکھیں اوراپنی نجی مجلسوں میں بھی کسی کاذکراس طرح نہ کریں کہ شرکائے مجلس کسی عالم دین وشیخ طریقت سے بدگمانی میں مبتلا ہوں۔(۷) تحریر وتقریر سے اسلوب وطرز بیان میں متانت واحتیاط پر توجہ مرکوز رکھیں اورعالمانہ وقار کےخلاف کوئی بات نہ ہونے دیں۔

(۸) مذہبی وملی وقومی ومسلکی مسائل پرمسلسل نظر رکھنے اور بوقت ضرورت میٹنگ کرکے تبادلۂ خیال کرنے نیز اخباری بیان جاری کرنے اوردیگر مناسب اقدام کرتے رہنے کی جماعتی ذہن سازی کی جائے۔

(۹) اہم مسائل میں رہنما خطوط طے کرتے رہنے کے لیے ''مجلس فکر'' (تھنک ٹینک) کی تشکیل کی جائے۔(۱۰) ''مجلس عمل'' کے نام سے باشعور اورسرگرم ارکان پرمشتمل ایک مجلس کی تشکیل کی جائے جو مجلس فکر کے طے کردہ اموروتجاویز (گورننگ باڈی) کوعملی شکل دیتے رہنے کی خدمت انجام دے۔یہ ضروری ہے کہ مجلس عمل،نمائندہ وتجربہ کار علمائے کرام اورذمہ دارافراد پرمشتمل ہو۔(۱۱) بااثر مشائخ وفقہائے اہل سنت پرمشتمل ایک ''مجلس اکابر'' بھی قائم کی جائے جودرج بالا دونوں مجالس کی سرپرستی کرے۔فی الحال اس مجلس کا قیام دشوار ہے کہ اختلاف اسی پائے کے علماومشائخ کے مابین ہے۔خدائے تعالیٰ اُن میں اختلاف دور فرمائے۔آمین۔

اس سے پہلے عالمی تبلیغی تحریک سنی دعوت اسلامی ممبئی کے سالانہ اجتماع کے بعد صدرالعلماء علامہ محمد احمد مصباحی شیخ الجامعہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور،محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر شعبۂ افتا مجلس شرعی مبارک پور،علامہ محمد قمرالزماں اعظمی مصباحی جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لنڈن اور علامہ یٰسین اختر مصباحی مشیراعلیٰ ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کی بڑی سنجیدہ میٹنگ ہوئی جس میں دوسرے کئی علما ومشائخ بھی شریک تھے۔اس نشست کے اتفاقات بھی ملاحظہ فرمالیں:

(۱) عقائد اہل سنت پرمشتمل آیات واحادیث کا انتخاب وجمع وترتیب اورمختلف زبانوں میں مثبت طور پرتقریروتحریروکیسٹ وانٹرنیٹ کے ذریعے بڑے پیمانے پرتقسیم وتشہیر۔(۲) وقتاً فوقتاً مختلف شہروں میں ایسے سیمینار وکنونشن کا انعقاد جس میں مسلم معاشرے کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور سربرآوردہ افراد کو مدعو کرکے علمی وفکری طور پرمثبت انداز میں خطابات کا اہتمام کیاجائے، یہ پروگرام دن میں کسی بڑے ہال میں کیاجانا بہتر ہے۔(۳) ان دونوں امور سے متعلق کچھ ایسے نوجوان علما، ائمۂ مساجد، کالج کے سرگرم طلبہ کو تربیت دے کر تیار کیاجائے جن سے مناسب مواقع پرمناسب خدمت لی جاسکے۔(۴) یونیورسٹی وکالج کے طلبہ کے مزاج ومعیار اوران کی دینی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک جامع نصاب کی تدوین اور مقررہ مدت میں ان کے لیے سمر کلاسیز کا اہتمام وانتظام کیاجائے۔(بقیہ ص ۶۳ پر)